الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد15

جمعۃ المبارک یکم رفروری 2008ء

23 محرم الحرام 1429 ہجری قمری ❁ یکم تبلیغ 1387 ہجری شمسی

شمارہ05

سفر میں اپنا امیر مقرر کریں

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جب تین آدمی سفر پر جائیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں''۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی القوم یسافرون حدیث نمبر 2241)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

وہ قوم جن کا خدا مردہ، جن کا مذہب مردہ، جن کی کتاب مردہ اور جو روحانی آنکھ کے نہ ہونے سے خود مردے ہیں انہوں نے صرف خدا کی کتابوں کی تحریف نہیں کی بلکہ اپنے مذہب کو ترقی دینے کے لئے افتراء اور مفتریانہ تحریروں میں ہر ایک قوم سے سبقت لے گئے۔

چونکہ ان لوگوں کے پاس وہ نور نہیں جو سچائی کی تائید میں آسمان سے اُترتا اور سچے مذہب کو اپنی متواتر شہادتوں سے دنیا میں ایک صریح امتیاز بخشتا ہے اس لئے یہ لوگ ان باتوں کے لئے مجبور ہوئے کہ لوگوں کو ایک زندہ مذہب یعنی اسلام سے بیزار کرنے کے لئے طرح طرح کے افتراؤں اور مکروں اور فریبوں اور دھوکا دہی اور محض جعلی اور بناوٹی باتوں سے کام لیا جاوے۔

(انجیل کی تعلیمات سے متعلق یورپ کے محققین کی رائے ہے کہ یہ طالمود اور بعض دیگر کتب سے ماخوذ ہیں)

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم و نبیّہِ العظیم السلام علیکم! بعد ہٰذا واضح ہو کہ مَیں نے آپ کا خط بڑے افسوس سے پڑھا جس کو آپ نے ایک عیسائی کی کتاب ینابیع الاسلام نام کی پڑھنے کے بعد لکھا۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ قوم جن کا خدا مردہ، جن کا مذہب مُردہ، جن کی کتاب مُردہ اور جو روحانی آنکھ کے نہ ہونے سے خود مُردے ہیں اُن کی دروغ اور پُر افتراء باتوں سے اسلام کی نسبت آپ تردّد میں پڑ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کو یاد رہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صرف خدا کی کتابوں کی تحریف نہیں کی بلکہ اپنے مذہب کو ترقی دینے کے لئے افتراء اور مفتریانہ تحریروں میں ہر ایک قوم سے سبقت لے گئے۔ چونکہ ان لوگوں کے پاس وہ نور نہیں جو سچائی کی تائید میں آسمان سے اُترتا اور سچے مذہب کو اپنی متواتر شہادتوں سے دنیا میں ایک صریح امتیاز بخشتا ہے اس لئے یہ لوگ ان باتوں کے لئے مجبور ہوئے کہ لوگوں کو ایک زندہ مذہب یعنی اسلام سے بیزار کرنے کے لئے طرح طرح کے افتراؤں اور مکروں اور فریبوں اور دھوکا دہی اور محض جعلی اور بناوٹی باتوں سے کام لیا جاوے۔

اے عزیز! یہ لوگ سیاہ دل لوگ ہیں جن کو خدا کا خوف نہیں اور جن کے منصوبے دن رات اِسی کوشش میں ہیں کہ کسی طرح لوگ تاریکی سے پیار کریں اور روشنی کو چھوڑ دیں۔ مَیں سخت تعجب میں ہوں کہ آپ ایسے شخص کی تحریروں سے کیوں متأثر ہوئے۔ یہ لوگ ان ساحروں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے موسیٰ نبی کے سامنے رسیوں کے سانپ بنا کر دکھا دیئے تھے۔ مگر چونکہ موسیٰ خدا کا نبی تھا اس لئے اس کا عصا ان تمام سانپوں کو نگل گیا۔ اسی طرح قرآن شریف خدا تعالیٰ کا عصا ہے وہ دن بدن رسیوں کے سانپوں کو نگلتا جاتا ہے اور وہ دن آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ ان رسیوں کے سانپوں کا نام ونشان نہیں رہے گا۔

صاحب ینابیع الاسلام نے اگر یہ کوشش کی ہے کہ قرآن شریف فلاں فلاں قصّوں یا کتابوں سے بنایا گیا ہے۔ یہ کوشش اس کی اس کوشش کے ہزارم حصّہ پر بھی نہیں جو ایک فاضل یہودی نے انجیل کی اصلیت دریافت کرنے کے لئے کی ہے۔ اس فاضل نے اپنے خیال میں اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم یہودیوں کی کتاب طالمود اور بعض اور چند بنی اسرائیل کی کتابوں سے لی گئی ہے۔ اور یہ چوری اس قدر صریح طور پر عمل میں آئی ہے کہ عبارتوں کی عبارتیں بعینہٖ نقل کر دی گئی ہیں۔ اور اس فاضل نے دکھلا دیا ہے کہ درحقیقت انجیل مجموعہ مال مسروقہ ہے۔ درحقیقت اس نے حد کر دی اور خاص کر پہاڑی تعلیم کو جس پر عیسائیوں کو بہت کچھ ناز ہے طالمود سے اخذ کرنا لفظ بلفظ ثابت کر دیا ہے اور دکھلا دیا ہے کہ یہ طالمود کی عبارتیں اور فقرے ہیں۔ اور ایسا ہی دوسری کتابوں سے وہ مسروقہ عبارتیں نقل کر کے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ خود یورپ کے محقق بھی اس طرف دلچسپی سے متوجہ ہو گئے ہیں۔

اور ان دنوں میں مَیں نے ایک ہندو کا رسالہ دیکھا ہے جس نے یہ کوشش کی ہے کہ انجیل بدھ کی تعلیم کا سرقہ ہے اور بدھ کی اخلاقی تعلیم کو پیش کر کے اس کا ثبوت دینا چاہا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ بدھ لوگوں میں وہی قصہ شیطان کا مشہور ہے جو اس کو آزمانے کے لئے کئی جگہ لئے پھرا۔ پس ہر ایک کو یہ خیال دل میں لانے کا حق ہے کہ تھوڑے سے تغیر سے وہی قصہ انجیل میں بھی بطور سرقہ داخل کر دیا گیا ہے۔

یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں آئے تھے اور حضرت عیسیٰ کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے جس کو ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے معترضین کو اور بھی حق پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا خیال کریں کہ اناجیل موجودہ دراصل بدھ مذہب کا ایک خاکہ ہے۔ یہ شہادتیں اس قدر گزر چکی ہیں کہ اب مخفی نہیں ہو سکتیں۔

ایک اور امر تعجب انگیز ہے کہ یوز آسف کی قدیم کتاب (جس کی نسبت اکثر محقق انگریزوں کے بھی یہ خیالات ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے بھی پہلے شائع ہو چکی ہے) جس کے ترجمے تمام ممالک یورپ میں ہو چکے ہیں انجیل کو اس کے اکثر مقامات سے ایسا توارد ہے کہ بہت سی عبارتیں باہم ملتی ہیں اور جو انجیلوں میں بعض مثالیں موجود ہیں وہی مثالیں انہیں الفاظ کے ساتھ اس کتاب میں بھی موجود ہیں۔ اگر ایک شخص ایسا جاہل ہو کہ گویا اندھا ہو وہ بھی اس کتاب کو دیکھ کر یقین کرے گا کہ انجیل اسی میں سے چرائی گئی ہے۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب گوتم بدھ کی ہے اور اوّل سنسکرت میں تھی اور پھر دوسری زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ چنانچہ بعض محقق انگریز بھی اس بات کے قائل ہیں۔ مگر اس بات کے ماننے سے انجیل کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ اپنی تمام تعلیم میں چور ثابت ہوتے ہیں۔ کتاب موجود ہے، جو چاہے دیکھ لے۔ مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ کی یہ انجیل ہے جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی اور ہم نے بہت سے دلائل سے اس بات کو ثابت بھی کر دیا ہے کہ یہ درحقیقت حضرت عیسیٰ کی انجیل ہے اور دوسری انجیلوں سے زیادہ پاک وصاف ہے۔ مگر وہ بعض محقق انگریز جو اس کتاب کو بدھ کی کتاب ٹھہراتے ہیں وہ اپنے پاؤں پر آپ تبر مارتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سارق قرار دیتے ہیں''۔

(چشمۂ مسیحی ۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 338 تا 340۔مطبوعہ لندن)

اداریہ

صد سالہ خلافت جوبلی

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشیوں کا اظہار

عسر اور یسر، تنگی و آسائش اور خوشی اور غم انسانی زندگی کا حصہ ہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ جب کسی کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو وہ اس کا اظہار بھی کرنا چاہتا ہے اور بسا اوقات دوسروں کو بھی اس خوشی میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایک دنیادار انسان جب کوئی خوشی مناتا ہے تو وہ اس خوشی کی مستی میں تہذیب اور اخلاق کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ قرآن مجید نے ایک جگہ ایسے شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ فَرِحٌ فَخُوْرٌ (ہود:۱۱) ہو جاتا ہے۔ خوشی کے وقت اپنی کامیابیوں کا سہرا اپنے سر باندھتا ہے اور اتراتا پھرتا ہے۔ خوشی اس پر ایسا قبضہ کر لیتی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو اور اس کی مخلوق کو کلیۃً بھول جاتا ہے۔ نہ اسے خدا کے حقوق کا خیال رہتا ہے اور نہ اس کے بندوں کے حقوق کا۔ پھر کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ خوشی کے اظہار کے ایسے طریق اختیار کرتا ہے جن میں حد سے زیادہ اسراف ہوتا ہے۔ محض نام و نمود اور اپنی قوت اور دولت یا جاہ و حشمت کے اظہار کے لئے تزئین و آرائش، آتش بازی یا رقص و سرود کی محفلوں پر پانی کی طرح پیسہ بہاتا ہے۔ اور بعض دفعہ اپنے تکبّر کے نشہ میں ایسا شخص غرباء و مساکین پر ظلم سے بھی باز نہیں رہتا اور اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جو تہذیب و شائستگی اور اخلاقیات سے بالکل عاری ہوتی ہیں۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خوشیوں کے اظہار کا جو طریق بتایا ہے وہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا اور بہت ہی پُر حکمت اور پُر معرفت ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مقدس خلفاء کرام کے ارشادات میں اس بارہ میں بہت تفصیل سے رہنمائی موجود ہے۔

ایک مومن کو جب کوئی خوشی پہنچتی ہے تو وہ اس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے شکر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ہر نعمت، ہر خوشی، ہر انعام، ہر ایوارڈ، ہر ترقی، ہر کمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی عطا ہوتا ہے۔ وہی ہر خیر کا سرچشمہ ہے۔ وہی ہے جو ہر قسم کے حسن و احسان کا منبع ہے۔ اس لئے عسر ہو یا یُسر وہ ہر حال میں 'الحمد للہ' کہتا ہے اور ہر خوشی کو اپنے رب اور مالک کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ خوشی کا کوئی موقعہ اس کے دل میں تکبر یا رعونت کے جذبات پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کا سر پہلے سے بڑھ کر حمد اور شکر کے جذبات سے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جاتا ہے اور وہ سجدات شکر بجالاتے ہوئے اپنے مولا کی نعمتوں اور احسانات کا اظہار کرتا ہے۔

مومن کو سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے نصرت و تائید کے وعدوں کو بڑی شان سے پورا ہوتا دیکھتا ہے۔ اور پھر جب وہ کوئی خوشی مناتا ہے تو اس میں خدا تعالیٰ کے حقوق سے غافل نہیں ہوتا بلکہ اس کی عبادت اور تقویٰ اور طہارت میں بڑھتا ہے۔ وہ ہر قسم کے اسراف اور نمود و نمائش اور ریا اور تصنع اور بناوٹ سے بچتے ہوئے مخلوق خدا کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی پہلے سے زیادہ توجہ دیتا ہے۔ ان کے دکھوں کو دور کرنے اور انہیں خوشی و آرام پہنچانے کی اپنی کوششوں میں مزید وسعت اور تیزی پیدا کرتا ہے۔ اور ان سب کاموں سے اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس:59) (تو کہہ دے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ خوشی منائیں۔ یہ اس (مال) سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں) پس مومنوں کی خوشیوں کی اساس اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں جو خلافت کی نعمت عطا فرمائی ہے یہ اس کا بہت بڑا فضل اور اس کی عظیم رحمت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی آیت استخلاف میں مومنین اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے خلافت کا جو وعدہ فرمایا تھا اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی جو بشارت دی تھی اور پھر حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اپنے بعد قدرت ثانیہ کے ظہور اور سلسلہ خلافت کے دائمی طور پر جاری رہنے کی جو خوشخبری عطا فرمائی تھی، یہ سارے الٰہی وعدے بڑی عظمت اور شان کے ساتھ پورے ہوئے اور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ اللہ کا خاص فضل اور اس کا احسان ہے کہ ہم ان وعدوں کے مورد ہیں اور آسمانی نصرتوں سے معمور خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس خلافت کے ذریعہ سے نبوت کا فیض ہم میں جاری ہے۔ تمکنت دین کی عالمی مہم کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ خوف کے حالات کو ہم امن کے ساتھ بدلتا ہوا دیکھتے ہیں۔ تمام دنیا میں توحید حقیقی کے قیام اور نوع انسانی کو خدائے واحد کے جھنڈے تلے جمع کرنے کی مہمات عظیمہ نئی منزلیں سر کر رہی ہیں۔

خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے گزشتہ سو سال کا ہر دن اور ہر دن کا ہر لمحہ الٰہی وعدوں کے ایفاء پر روشن گواہ ہے۔ تو ہم کیوں خوش نہ ہوں اور اس خوشی میں شامل ہونے کے لئے دوسروں کو بھی دعوت کیوں نہ دیں۔ اسی لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے صد سالہ خلافت جوبلی کے عظیم منصوبہ کا اعلان فرمایا اور قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی تفصیلات کو احباب کے سامنے رکھا اور ایک عظیم الشان روحانی پروگرام جماعت کو دیا۔ اشاعت اسلام اور خدمت بنی نوع انسان کے بہت سے پروگرام خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت میں جاری ہیں اور جوں جوں صد سالہ خلافت جوبلی کے سال کا آغاز قریب سے قریب تر آ رہا ہے افراد جماعت احمدیہ عالمگیر کے دلوں میں اللہ کے فضلوں اور رحمتوں پر تشکر کے جذبات میں بھی ایک خاص جوش اور ولولہ اور ایک عجیب روحانی کیف و سرور کی کیفیت فزوں سے فزوں تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ خلافت کے عشاق دعاؤں اور عبادات اور اخلاص اور خدمت اور قربانی کے میدانوں میں تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں اور صد سالہ خلافت جوبلی کی تیاریاں ہر پہلو سے عروج پر ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرماتے ہیں:۔ ''مبارک وہ ہے جو کامیابی اور خوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرے''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 99 جدید ایڈیشن)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں: ''تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ ...... اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت و تقویٰ کی راہیں اختیار کر لیں تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو، کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 49 جدید ایڈیشن)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے جب خلافت کی سو سالہ جوبلی منانے کا اعلان فرمایا تھا تو یکم اگست 2004ء کو جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ:

''میری یہ خواہش ہے کہ 2008ء میں جو خلافت کو قائم ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ سَو سال ہو جائیں گے تو دنیا کے ہر ملک میں، ہر جماعت میں جو کمانے والے افراد ہیں، جو چندہ دہند ہیں اُن میں سے کم از کم پچاس فیصد تو ایسے ہوں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس عظیم الشان نظام میں شامل ہو چکے ہوں۔ اور روحانیت کو بڑھانے کے اور قربانیوں کے یہ اعلیٰ معیار قائم کرنے والے بن چکے ہوں۔ اور یہ بھی جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک حقیر سا نذرانہ ہوگا جو جماعت خلافت کے سَو سال پورے ہونے پر شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہی ہوگی۔ اور اس میں جیسا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ایسے لوگ شامل ہونے چاہئیں جو انجام بالخیر کی فکر کرنے والے اور عبادات بجالانے والے ہیں''۔

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 6 اگست 2004ء میں فرمایا:۔

''جو الٰہی جماعتیں ہوتی ہیں ان کا ایک اور خاصہ بھی ہوتا ہے ان کو اپنی ترقیات اپنی کسی قابلیت یا اپنی کسی محنت یا اپنی کسی خوبی کی وجہ سے نظر نہیں آ رہی ہوتی بلکہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے فضلوں کی وجہ سے ہے نہ کہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے اور پھر جب جماعت بحیثیت جماعت بھی اور ہر فرد جماعت انفرادی طور پر بھی ان فضلوں کو دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، اس کے آگے جھکتا ہے، اس کے آگے گڑگڑاتا ہے کہ اے خدا! تو نے اس قدر فضل ہم پر کئے جو بارش کے قطروں کی طرح برستے جا رہے ہیں ہماری کسی غلطی، ہماری کسی نالائقی، ہماری کسی نااہلی کی وجہ سے بند نہ ہو جائیں۔ اس لئے ہمیں توفیق دے ہمیں طاقت دے اور ہم پر مزید فضل فرما کہ ہم تیرے ان فضلوں کا شکر ادا کر سکیں، کیونکہ شکر ادا کرنے کی طاقت بھی اے خدا! تجھ سے ہی ملتی ہے۔ جب یہ سوچ ہوگی اور ہم اس طرح دعائیں بھی کر رہے ہوں گے تو ہم اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے، اللہ تعالیٰ کی اس پیار بھری تسلی کے حقدار بھی بن رہے ہوں گے کہ ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ (ابراہیم :8)۔ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا۔ اللہ کرے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے اس وعدے اور اس اعلان کے حقدار ٹھہریں اور کبھی نافرمانوں اور ناشکروں میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب نہ بنیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ ﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ (ابراہیم:8) یعنی اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ اس لئے ہمیشہ شکر گزاروں میں سے بنے رہو۔ شکر گزاری کے بھی مختلف مواقع انسان کو ملتے رہتے ہیں اور جو مومن بندے ہیں وہ تو اپنے ہر کام کے سدھرنے کو، ہر فائدے کو، ہر ترقی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں اور ہمیشہ عبد شکور بنے رہتے ہیں''۔

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

''جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے رسالہ الوصیت میں دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ایک تو یہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد نظام خلافت کا اجراء اور دوسرے اپنی وفات پر آپ کو یہ فکر پیدا ہونا کہ ایسا نظام جاری کیا جائے جس سے افراد جماعت میں تقویٰ بھی پیدا ہو اور اس میں ترقی بھی ہو اور دوسرے مالی قربانی کا بھی ایسا نظام جاری ہو جائے جس سے کھرے اور کھوٹے میں تمیز ہو جائے اور جماعت کی مالی ضروریات بھی باحسن پوری ہو سکیں۔ اس لئے وصیت کا نظام جاری فرمایا تھا۔ تو اس لحاظ سے میرے نزدیک میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ نظام خلافت اور نظام وصیت کا بڑا گہرا تعلق ہے اور ضروری نہیں کہ ضروریات کے تحت پہلے خلفاء جس طرح تحریکات کرتے رہے ہیں، آئندہ بھی اسی طرح مالی تحریکات ہوتی رہیں بلکہ نظام وصیت کو اب اتنا فعال ہو جانا چاہئے کہ سو سال بعد تقویٰ کے معیار بجائے گرنے کے نہ صرف قائم رہیں بلکہ بڑھیں اور اپنے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہیں اور قربانیاں پیدا کرنے والے بھی پیدا ہوتے رہیں۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے پیدا ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے پیدا ہوتے رہیں۔ جب اس طرح کے معیار قائم ہوں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ خلافت حقہ بھی قائم رہے گی اور جماعتی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں گی۔ کیونکہ متقیوں کی جماعت کے ساتھ ہی خلافت کا ایک بہت بڑا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس کی توفیق دے اور ہمیشہ خلافت کی نعمت کا شکر ادا کرنے والے پیدا ہوتے رہیں اور کوئی احمدی بھی ناشکری کرنے والا نہ ہو۔ کبھی دنیاداری میں اتنے محو نہ ہو جائیں کہ دین کو بھلا دیں''۔

خدا کرے کہ ہم اپنے پیارے امام کی ہدایت اور توقع کے مطابق ''تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے چھوٹی سے چھوٹی نعمت سے لے کر بڑی بڑی نعمتوں کے ملنے پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والے بنیں۔ اس کے شکر گزار رہیں۔ ہمیشہ عبد شکور بنے رہیں اور نظام خلافت اور نظام جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اور اس کے لئے قربانیاں بھی دیتے چلے جائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے''۔ آمین

(نصیر احمد قمر)

احمدیت کا بطلِ عظیم

حضرت میر محمدؐ اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

(مرتبہ: ڈاکٹر شمیم احمد)

حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ احمدیت کے ایک بطلِ عظیم اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں میں ایک منفرد شان کے حامل وجود تھے۔ ایک طرف ان کا تعلق ہندوستان کے مشہور صوفی منش بزرگ حضرت خواجہ میر درد کی نسل سے تھا اور دوسری طرف امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ صہری رشتہ کے تعلق سے بھی معزز تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست تربیت پانے کا بھی اعزاز حاصل تھا۔ آپؓ سادات کے معروف خاندان کے ایک نمایاں فرد تھے اور آپ کے خاندان کے ایک بزرگ خواجہ میر محمد ناصر صاحبؒ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے رؤیا میں بشارت دی تھی کہ ''نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے خاص اس لئے تیرے پاس بھیجا تھا کہ مَیں تجھے معرفت اور ولایت سے مالا مال کروں۔ یہ ایک خاص نعمت تھی جو خانوادۂ نبوت نے تیرے واسطے محفوظ رکھی تھی۔ اس کی ابتداء تجھ پر ہوئی ہے اور انجام اُس کا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا۔'' (رسالہ 'مے خانہ درد' صفحہ26 مصنفہ خواجہ سیّد ناصر نذیر فراق دہلوی)

حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے دوسرے صاحبزادہ اور حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی ولادت 8رستمبر 1890ء کو لدھیانہ میں ہوئی اور اس کے بعد 1894ء سے اپنے عظیم والدین کے ساتھ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دار میں قیام کا شرف حاصل رہا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ اپنے خودنوشت حالات میں فرماتے ہیں: ''بچپن سے 18 سال کی عمر تک حضرت مسیح موعودؑ کے روز وشب کے حالات مشاہدہ میں آئے اور اب تک اسی طرح ذہن میں محفوظ ہیں۔ گورداسپور، بٹالہ، لاہور، سیالکوٹ اور دہلی کے سفروں میں ہمرکاب ہونے کا فخر حاصل ہے۔........حضورؑ نے متعدد مرتبہ مجھ سے لوگوں کو خطوط کے جوابات لکھوائے۔ حقیقۃ الوحی کا مسوّدہ مختلف جگہوں سے فرماتے گئے اور میں لکھتا گیا۔ روزانہ سیر میں آپ کے ساتھ جاتا اور جانے کے اہتمام مثلاً قضاء حاجت و وضو کا انصرام اور ہاتھ میں رکھنے کی چھڑی تلاش کر کے دینے سے سینکڑوں دفعہ مشرف ہوا۔ آپؑ کی کتابوں میں بیسیوں جگہ میرا ذکر ہے۔ آپؑ کے بہت سے نشانوں کا عینی گواہ ہوں اور بہت سے نشانوں کا مورد بھی ہوں۔ جن دنوں حضور باہر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے دونوں وقت میں بھی شریک ہوتا تھا..........بچپن میں بیسیوں دفعہ ایسا ہوا کہ حضورؑ نے مغرب وعشاء اندر عورتوں کو جماعت سے پڑھائیں، مَیں آپؑ کے دائیں طرف کھڑا ہوتا تھا، عورتیں پیچھے کھڑی ہوتیں۔'' (رسالہ جامعہ احمدیہ 1930ء)

آپ کی سیرت میں حضرت مسیح موعودؑ کی اُس تربیت کا رنگ نمایاں طور نظر آتا ہے جس سے آپ مشرف ہوئے۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے اپنے رسالہ ''الفرقان'' میں ستمبر، اکتوبر 1961ء کے شمارہ میں محبت و عقیدت کے بہت سے نادر اور خوشنما پھول جمع کئے تھے، اس مضمون میں انہیں ایک نئی ترتیب کے ساتھ احباب کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس میں بے شمار ایسے خوش نصیب احباب کے تاثرات شامل ہیں جنہیں حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کو قریب سے دیکھنے اور آپؓ کی بابرکت صحبت سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپؓ کی سیرت کے جس پہلو کو بھی لیا جائے وہی دلفریب دکھائی دیتا ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اسی غرض سے اس مضمون کو ترتیب دیا گیا ہے۔

عشق رسول ﷺ اور درسِ حدیث

حضرت میر صاحبؓ کی زندگی میں جو پہلو سب سے نمایاں، دلکش اور قابلِ رشک نظر آتا ہے وہ آپؓ کا اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے والہانہ محبت اور حدیث شریف سے بے مثال شغف ہے۔ یہ اس بے مثال اور لازوال عشق کا پرتو ہی تھا جو حضرت میر صاحب کو اپنے مربی حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت وتربیت سے حاصل ہوا۔ وہ لوگ جنہیں آپؓ کے درسوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ ان کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

محمد حفیظ بقاپوری صاحب ایڈیٹر بدر بیان فرماتے ہیں آپؓ کے دل میں رسول االلہ ﷺ سے محبت عشق کا رنگ رکھتی تھی۔ حدیث کے متبحّر عالم تھے۔ حدیث شریف کا درس دینا آپ کا محبوب مشغلہ اور مطالعہ حدیث آپ کی روحانی غذا اور راحتِ جان تھی۔ درس دیتے ہوئے بات بات پر رقت طاری ہو جاتی اور محبت و عشق میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں رسول مقبول ﷺ کا ذکر فرماتے اور ساتھ ہی آبدیدہ بھی ہوجاتے، آواز بھرّ اجاتی اور بڑے درد اور سوز سے بات کو مکمل فرماتے۔ درس دینے کا انداز ایسا پاکیزہ، دلکش اور مسحور کن ہوتا کہ ہر شخص بڑی توجہ اور غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ سنتا۔ جوں جوں سنتا اُس کی بھوک تیز ہوتی چلی جاتی۔ آواز میں ایسی تاثیر، یوں معلوم ہوتا کہ گویا ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں سے نکل رہا ہے اور سیدھا دلوں تک پہنچ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا عشق ومحبت آپ کی زبان اور آپ کے نورانی چہرے سے عیاں ہوتی!! اللھم اغفر لہٗ و ارفع درجاتہٗ فی اعلیٰ علّیین و ارزقہٗ شفاعۃ حبیبیہ۔

اکثر فرمایا کرتے: جب کبھی میں غمگین ہوتا ہوں تو گھر چلا جاتا ہوں۔ علیحدگی میں بیٹھ کر بخاری شریف کھول لیتا ہوں۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کے مقدس حالات پڑھتا ہوں، حضور کے ارشادات کا مطالعہ کرتا ہوں، بس میرا سارا غم، سارا اندوہ دور ہوجاتا ہے۔'' عشاق رسول اللہؐ پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں۔

شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی بیان فرماتے ہیں ''حضرت میر صاحبؓ رسول اللہ ﷺ کے عاشقِ صادق تھے اور حضورؐ کا ذکر آتے ہی اُن کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے تھے۔ حدیث کا درس وہ جس طرح دیتے تھے قلم کی مجال نہیں کہ اس کی کیفیت بیان کر سکے۔ اس درس کا حقیقی مزہ وہی خوش قسمت لوگ جان سکتے ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے اسے سنا ہے۔ درس کے دوران نہ صرف آپ خود آبدیدہ ہو جاتے تھے بلکہ حاضرین کی آنکھوں سے بھی ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہوتے تھے''۔

مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ نے تحریر فرمایا:

''آپ ماشاءاللہ ایک جیّد عالم تھے۔ حدیث آپ کا خاص مضمون تھا۔ حدیث کا درس مسجد اقصیٰ میں دیتے رہے۔ کوئی آنکھ نہ ہوتی جو آنسو نہ بہاتی۔ نبی کریم ﷺ کی مبارک مجلس کا نقشہ ایسا کھینچتے کہ گویا سننے والا اس میں شریک ہو جاتا۔ آپ کی طبیعت میں رقت تھی، آخری عمر میں یہ رقت بہت بڑھ گئی اور آپ نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے وقت اپنے اوپر ضبط نہ رکھ سکتے اور آواز فوراً بدل جاتی اور بعض دفعہ آنسو بھی رواں ہو جاتے۔ مجھے بعض دفعہ آپ کے درسوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، میں انہیں کبھی بھول نہیں سکتا۔''

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''درس وتدریس کا بھی حضرت میر صاحب کو بے حد شوق بلکہ عشق تھا۔ ان کا حدیث کا درس اب تک سننے والوں کے کانوں میں گونج پیدا کر کے ان کے دلوں کو گرما رہا ہے اور ان کی نگاہیں اس ذوق وشوق اور محبت سے درس دینے والے کو بے تابی سے ڈھونڈتی ہیں مگر نہیں پاتیں۔''

تلاوت قرآنِ کریم اور تربیت کا انداز

مکرم محمد حفیظ بقاپوری صاحب ایڈیٹر بدر بیان فرماتے ہیں کہ ''تقسیم ملک سے قبل احبابِ قادیان کا یہ معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد اپنے اپنے گھروں میں بلند آواز قرآنِ کریم کی باقاعدہ بالا لتزام تلاوت کرتے۔ صبح کے سہانے وقت میں ہر گھر سے کلام الٰہی کی تلاوت کی سریلی آوازیں بڑی ہی پُر لطف اور روح پرور معلوم ہوتیں۔ نہ صرف گھروں میں بلکہ احمدیہ بازار کے دوکاندار اپنی دکانوں پر ہی بیٹھ کر کلامِ پاک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ حضرت میر صاحبؓ کو یہ امر بڑا ہی مرغوب تھا۔ چنانچہ مکرمی مرزا عبدالطیف صاحب درویش ابن مرزا مہتاب بیگ صاحب، جو تقسیمِ ملک سے قبل اپنے والد صاحب کی دوکان موسومہ احمدیہ درزی خانہ میں کام کرتے تھے اور رات کے وقت بھی بسا اوقات اسی دوکان پر سو جایا کرتے اور فجر کی نماز ادا کر کے بالعموم دوکان پر تلاوتِ قرآن کریم کیا کرتے، بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے اکثر دیکھا ہے کہ حضرت میر صاحب مرحوم سارے بازار میں چل رہے ہوتے اور جو دوکاندار تلاوت قرآن کریم نہ کر رہا ہوتا اسے بڑی محبت سے فرماتے اُٹھو تلاوت کرو! تلاوت کرو! چنانچہ دوست اس کی فوری تعمیل میں لگ جاتے''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق

شیخ محمد احمد مظہر صاحب ایڈووکیٹ 1944ء کے ایک مقدمہ میں جماعت کی طرف سے وکیل تھے جس میں پولیس نے حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کو ایک فریق بنا لیا تھا اور آپ کو عدالت میں پیش ہونا پڑتا تھا۔ اس مقدمہ میں شیخ محمد احمد صاحب آپ کے ہمراہ جایا کرتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ''مجسٹریٹ میر صاحب سے باادب پیش آتا تھا لیکن خاکسار نے دیکھا کہ میر صاحب جب عدالت کے کمرے میں داخل ہوتے تو تین چار منٹ تک ملزمان کے کٹہرے میں اکیلے اور غمزدہ سے ہو کر کھڑے رہتے۔ ہم سب بھی تعظیماً کھڑے رہتے حتیٰ کہ میر صاحب کٹہرے سے باہر نکلتے اور پھر ہم سب کرسیوں پر بیٹھ جاتے۔ یہ ماجرا مَیں نے کئی بار دیکھا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ میر صاحب ایسا کیوں کرتے ہیں۔ آخر ایک دن مَیں نے میر صاحب سے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ چشمِ پُر آب ہو گئے۔ فرمانے لگے کہ آتما رام مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عدالت میں کھڑا رہنے پر مجبور کیا تھا اس لئے جب کبھی مجھے عدالت جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں چند منٹ مَیں بھی اُسی طرح کھڑا رہتا ہوں۔

میر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عزیز تھے اور آپؓ نے حضورؑ کے دامنِ تربیت میں پرورش پائی تھی اور نہایت قریب سے دیکھا تھا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت میر صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کس قدر عشق ومحبت اور والہیت تھی''۔

خلافت کے ساتھ وابستگی

حضرت میر محمد اسحاقؓ کو خلافت کے ساتھ ایک گہری وابستگی تھی اور آپ چاہتے تھے کہ جماعت کے ہر فرد کا یہی حال ہو۔ بعض فتنوں کے ذکر میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ''بیس سالہ تجربہ نے ہمیں بتادیا کہ جو شخص بھی نظامِ سلسلہ سے الگ ہوا وہ اپنے مقام پر نہیں رہا بلکہ تنزّل کی طرف جاتا رہا اور مطابق صحیح حدیث من شُذَّ شُذَّ فی النّار یعنی جو شخص بھی جماعت سے الگ ہوگا وہ اس مقام پر نہیں رہے گا بلکہ آگ میں جائے گا''۔

(الفضل 4جولائی 1937ء)

اسی طرح فرمایا کہ: ''تجربہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جس نے بھی خلافت سے وابستگی کو ترک کیا وہ تنزّل کے گڑھے میں گر گیا۔ ان لوگوں (مخرجین) کی بات تب صحیح ہوتی جب وہ خلافت سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی صحیح عقائد پر قائم رہتے۔ مگر واقعات بتا رہے ہیں کہ جب انہوں نے خلیفہ وقت کی اطاعت سے روگردانی کی تو آہستہ آہستہ سابقہ عقائد بھی چھوڑتے گئے۔''

(الفضل 4جولائی 1937ء)

دارالشیوخ

حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ یتامیٰ ومساکین کا بڑا درد اور خیال رکھتے تھے بلکہ یتامیٰ ومساکین کے لئے ماں باپ سے بڑھ کر ماں باپ کا درجہ رکھتے تھے۔ یتامیٰ و مساکین کے لئے محبت اور ان کی ضروریات کا خیال اور اس کی لگن انہیں اپنے آقا ومولیٰ ﷺ کی سچے دل سے پیروی کی وجہ سے نصیب ہوئی تھی۔ اکثر اپنے درسوں میں رسول کریم ﷺ کے فرمان انا و کافل الیتیم کھاتین فی الجنۃ کہ میں اور یتیم کا کفیل جنّت میں ملی ہوئی دو انگلیوں (شہادت والی اور دوسری) کی طرح ہوں گے، کا ذکر کیا کرتے اور لوگوں کو اس کی تلقین کرتے رہتے تھے بلکہ اس کو علیحدہ چھپوا کر آویزاں کراتے تھے۔ حضرت میر صاحب نے ایک دفعہ دارالشیوخ کے متعلق فرمایا کہ جماعت کے یہ یتیم اور مسکین بچے ہیں اور یہ میرا باغ ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر لگایا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنے

ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ ’’حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی ایک خاص یادگار دارالشیوخ تھی جس میں غریب اور معذور بچے بلکہ بعض بوڑھے بھی کافی تعداد میں رہتے تھے اور حضرت میر صاحب اپنی پرائیویٹ کوشش کے ذریعہ ان کے اخراجات وغیرہ مہیا کر کے انہیں تعلیم دلاتے تھے اور اپنے عزیزوں کی طرح ان کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ اور نابینا بچوں کو قرآنِ مجید کے حفظ کرانے کا انتظام بھی کرتے تھے‘‘۔

محمد حفیظ بقاپوری صاحب ایڈیٹر بدر نے تحریر فرمایا ’’محتاجوں، بے سہارا افراد، یتامیٰ و مساکین کی خبر گیری اور ان کی پرورش سے آپؓ کو خاص لگاؤ اور دلچسپی تھی۔ دارالشیوخ کے نام سے اپنی ذاتی ذمہ داری پر آپ نے ایک مستقل شعبہ کھول رکھا تھا جس میں بیسیوں محتاج، بے کس اور بے سہارا افراد کے علاوہ ایک بڑی تعداد یتامیٰ و مساکین کی پرورش پاتی تھی۔ نیم بورڈنگ کی صورت میں زیر تربیت نوعمر بچوں کی نگرانی کے لئے ایک باقاعدہ تنخواہ دار ٹیوٹر رکھا ہوا تھا۔ سب کے گذارے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے وافر سامان مہیا کر دیتا جو حضرت میر صاحب کی توجہ الی اللہ و شفقت علیٰ خلق اللہ کا نتیجہ تھا‘‘۔

عالمہ بی بی صاحبہ جن کی پرورش خود حضرت میر صاحب نے کی تھی اپنے مضمون میں تحریر فرماتی ہیں کہ ’’ایک دفعہ عید سے ایک دن پہلے مجھے بلوایا اور کپڑوں کے تھان میرے سامنے رکھ دیئے اور کہنے لگے کہ عالمہ! دارالشیوخ کے بچوں کی عید بنا دو۔ مَیں نے کہا کہ اب تو وقت بہت تھوڑا ہے لیکن فرمایا کہ جس طرح بھی ہو بچوں کی خوشی کرا دو۔ چنانچہ مَیں تھان گھر لے گئی، تین چار مددگار بٹھا لیں اور صبح کی اذان تک اٹھارہ جوڑے سی دیئے۔ صبح بچے پہن کر چلے گئے۔ میاں نے مجھے سلوائی کے علاوہ دس روپے انعام بھی دیا اور فرمانے لگے کہ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم نے بچوں کی عید کرا دی‘‘۔

اسی طرح مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح لکھتے ہیں:

’’آپؓ کو غریب پروری کا اس قدر خیال تھا کہ گویا یہ چیز آپ کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ غرباء کی ایک فہرست آپ اپنے ہاتھ سے تیار کر کے اپنے پاس رکھتے تھے۔ دارالشیوخ کے کام میں اس قدر دلچسپی لیتے تھے کہ جیسے یہ غرباء آپ کے اپنے بچے ہوں۔ ایک دفعہ دھرمکوٹ رندھاوا سے دو بچے (جمال دین اور کمال دین) آپ کے پاس لائے گئے۔ ان کا والد فوت ہو چکا تھا۔ آپ نے دونوں بچے مجھے دے کر فرمایا کہ امی جان کے پاس لے جاؤ۔ ایک بچے کو میں نے اٹھایا اور ایک کو دوسرے آدمی سے اٹھوا کر آپ کے مکان پر لے گئے۔ حضرت امّی جان نے دونوں بچوں کو غسل دیا اور پھر صاف کپڑے پہنائے، ان کے سروں پر رومی ٹوپیاں پہنائیں اور مردانے سے میرے سپرد کر کے فرمایا انہیں میر صاحب کو جا کر دکھاؤ۔ یہ پنجابی کشمیری بچے جو چند منٹ پہلے بڑی خستہ حالی میں تھے اب پہچانے نہیں جاتے تھے۔‘‘

حضرت میر صاحب نہ صرف بچوں کی پرورش کا خیال رکھتے تھے بلکہ ان کی تربیت کی طرف بھی اپنے بچوں کی طرح توجہ فرماتے۔ مولوی برکات احمد صاحب راجیکی نے اپنے ایک مضمون میں چند واقعات تحریر فرمائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کس طرح غرباء و مساکین کی دلداری کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی فرماتے تھے۔ ’’ایک دفعہ کسی مخیّر دوست نے رمضان کے مہینہ میں دارالشیوخ کے مساکین کے لئے افطاری بھجوائی جس میں زردہ بھی تھا۔ ایک لڑکے نے زردہ کھاتے ہوئے کہا کہ فلاں آدمی نے آج ہمیں زردہ کھلایا ہے۔ حضرت میر صاحبؓ یہ سن کر بہت خفا ہوئے اور سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ابھی تم کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی کھلاتا اور پلاتا ہے۔ کوئی انسان کسی کو کیا کھلا سکتا ہے۔ حضرت میر صاحب کا یہ معمول تھا کہ دارالشیوخ کے طلباء اور دیگر مساکین کو بہت دفعہ اپنے سامنے ناشتہ اور کھانا کھلاتے اور حفاظ کلاس کے نابینا طلباء کو اپنے گھر پر لے جا کر اور کُھرے پر بٹھا کر ان کو صابن وغیرہ دیتے اور ان کے کپڑے صاف کرواتے، غسل کرواتے اور ان کے اجلے کپڑوں اور بدن کی صفائی پر بہت خوش ہوتے‘‘۔

ایک دفعہ دو نابینا طالب علم بازار میں آپ کے قریب سے گذرے اور روٹی اور سالن برتن میں لے جا رہے تھے۔ حضرت میر صاحب رستہ میں کسی دوست سے باتیں کر رہے تھے اور آپ کا منہ دوسری طرف تھا کہ ایک نابینا مع سالن کے برتن کے آپ سے ٹکرا گیا۔ سالن آپ کے کپڑوں پر جو آپ جمعہ کی نماز کے لئے بدل کر آئے تھے گر پڑا اور وہ خراب ہو گئے۔ جب آپ کے صاحبزادہ میر محمود احمد صاحب، جو اس وقت کمسن تھے، نے توجہ دلائی کہ ابّا جان! آپ کے کپڑے سالن گرا کر اس حافظ نے خراب کر دیئے ہیں تو آپ نے اُس نابینا طالب علم پر بالکل اظہار خفگی نہ فرمایا، اتنا کہا کہ جب راستہ چلو تو اونچی آواز سے السلام علیکم کہتے جایا کرو تا کہ دوسروں کو آپ کے گذرنے کا علم ہوتا رہے۔

اسی طرح مساکین کی دلداری کا ایک واقعہ مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بیان فرماتے ہیں کہ:

’’موضع اوجلے کے ایک کمزور دماغ شخص رحیم بخش تھے وہ اپنے دماغی نقص کی وجہ سے یہ سمجھتے کہ ان کو الہام ہوتا ہے اور بعض دفعہ بڑے بڑے دعاوی بھی کرتے تھے۔ حضرت میر صاحب ان کے افلاس اور غربت کے پیشِ نظر ہمیشہ ان سے حسنِ سلوک اور شفقت فرماتے۔ کئی دفعہ وہ یہ کہتے کہ آج رات مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے مجھے فلاں چیز کھلائی ہے اور آپؓ اکثر ان کی خواہش کو پورا فرماتے۔ ایک دفعہ رحیم بخش صاحب صبح سویرے حضرت میر صاحبؓ کی خدمت میں میرے سامنے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج رات مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے مجھے دودھ کی کھیر کھلائی ہے۔ حضرت میر صاحب نے فرمایا کہ ہم تمہارا خواب ابھی پورا کرتے ہیں اور کھیر تیار کروا کر ان کو کھلائی۔‘‘

مولوی برکات احمد صاحب راجیکی دارالشیوخ کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت میر صاحبؓ کی زندگی کے آخری ایام کی بات ہے کہ آپ کی حالت بہت کمزور تھی۔ دارالشیوخ کا انچارج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ دارالشیوخ کے بچوں، یتامیٰ اور مساکین نے صبح سے ناشتہ نہیں کیا کیونکہ کھانے کا سامان سٹاک میں ختم ہو چکا ہے۔ لنگر والوں سے کئی دن پہلے سامان خورد و نوش ادھار لیا تھا جو واپس نہ کیا جا سکا اس لئے اب انہوں نے بھی مزید سامان عاریتاً دینے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت میر صاحبؓ باوجود شدید نقاہت اور کمزوری کے دو آدمیوں کے سہارا سے تانگہ پر سوار ہو کر قادیان کے بعض محلّہ جات کے دورہ پر روانہ ہوئے اور بعض مخیّر اور مخلص احباب کو یتامیٰ اور مساکین کی خدمت کی اہمیت بتا کر اور ان کے ذریعہ سامانِ خورونوش اور لباس کا انتظام کر کے واپس لوٹے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی سعی کو اس قدر مشکور فرمایا کہ چند گھنٹوں میں ہی اس قدر سامان جمع ہو گیا کہ سٹور کے کمرے بھر گئے اور تل دھرنے کی جگہ نہ رہی اور حضرت میر صاحب کو اس سے بڑی خوشی اور تسکین ہوئی۔‘‘

مہمان نوازی اور ضیافت

حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی سیرت میں مہمان نوازی اور دوسروں کی دلداری کے اس قدر واقعات ملتے ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے ان کی زندگی کا مقصد ہی یہی تھا کہ ہر کس و ناکس کو فیضیاب کرتے چلے جائیں۔ جس طرح بارانِ رحمت سب کو یکساں فیض پہنچاتی ہے اسی طرح ان کی مہمان نوازی کا حال تھا۔ بہت سے واقعات میں سے چند پیش ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تحریر فرمایا: ’’ناظر ضیافت کی حیثیت میں وہ یوں نظر آتے تھے کہ گویا ایک گھر کا بزرگ بیٹھا ہوا اپنے بچوں اور عزیزوں اور دوستوں کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہو رہا اور ان کو لطف اندوز کر رہا ہے۔ وہ اکثر جب کسی باہر سے آنے والے دوست کو رستے میں دیکھتے تھے تو اسے پکڑ کر مہمانخانہ میں لے آتے تھے کہ چلو پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے لنگر میں کھانا کھاؤ اور آرام کرو اور پھر کسی اور جگہ جانا۔ مہمانوں کی خدمت اور ان کی دلداری اور ان کا اکرام حضرت میر صاحب مرحوم کی روح کی غذا تھی۔ اگر کبھی صدر انجمن کا بجٹ ختم ہو جاتا تو وہ پھر بھی اپنی مہمانی کے فرائض اسی محبت اور اسی جوش و خروش سے جاری رکھتے اور پرائیویٹ چندہ کے ذریعہ مالی کمی کو پورا کر لیتے اور ان کے چندوں کی اپیل ہمیشہ کامیاب رہتی تھی‘‘۔

مولانا عبد الرحمٰن صاحب سابق امیر قادیان فرماتے ہیں: ’’حضرت میر صاحبؓ ایک لمبا عرصہ ناظر ضیافت رہے۔ سالانہ جلسوں کے موقعوں پر تمام مہمانانِ کرام کے قیام و طعام کا کام حضرت میر صاحبؓ ہی کی عمومی نگرانی میں ہوتا تھا اور ہر سال خاکسار کو آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملتا رہا۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا کہ ایامِ جلسہ میں حضرت میر صاحب کسی وقت بھی اُس وقت تک خود کھانا نہ کھاتے جب تک رپورٹ نہ آ جاتی اور آپ کو اس بات کی اچھی طرح تسلّی نہ ہو جاتی کہ تمام مہمانوں نے کھانا کھا لیا ہے۔ چنانچہ خاکسار اور مکرم ملک محمد طفیل خان صاحب مرحوم مدرس مدرسہ احمدیہ آپ کی زندگی میں اور اس کے بعد جب تک ہمارے سپرد ایسا کام رہا حضرت میر صاحبؓ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے رہے۔ حضرت میر صاحب مرحومؓ کا یہ طریق درحقیقت سنّتِ نبویؐ کی اقتداء تھی جیسا کہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی ایسے مواقع پر دوسرے دوستوں کے کھانا کھا لینے کے بعد خود کھانا تناول فرماتے۔ صلّی اللّٰہ علیہ و الہٖ و سلم۔

ایک دفعہ لنگر خانہ کے خرچ کو کم کرنے ے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس کے متعلق حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دردؓ نے بتایا ’’کمیٹی نے جانچ پڑتال کی اور بعض لوگوں کے متعلق کہا کہ یہ نہ غرباء میں داخل ہیں اور نہ مہمان ہیں، یہ لنگر خانہ سے کیوں کھانا کھاتے ہیں؟ میر صاحبؓ نے فرمایا آپ لوگ جو فیصلہ کریں گے اُس کی میں تعمیل کروں گا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ مَیں اپنے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر سے کسی کا کھانا بند کر دوں‘‘۔

مولوی برکت علی صاحب نے حضرت میر صاحبؓ کی مہمان نوازی اور کام کرنے کے انداز کے متعلق تحریر فرمایا کہ ’’میر محمد اسحاق صاحبؓ کی افسری کا زمانہ ہماری آنکھوں کے آگے پھر گیا کہ جب مہمان خانہ میں جاتے تھے تو میزیں بے داغ اور دسترخوان صاف ستھرے پاتے تھے۔ میر صاحب فرداً فرداً مہمانوں کے پاس پہنچتے تھے اور ایک ایک سے پوچھتے تھے کسی چیز کی ضرورت؟ کارکنوں کو ہدایات ملتی تھیں فلاں جگہ سالن پہنچاؤ، فلاں صاحب کو روٹی کی ضرورت ہے۔ پانی گلاس صاف کر کے لاؤ۔ غرض وہ ہمارا مخدوم خادموں کی طرح خاطر تواضع کرتا تھا۔ اُن کے چہرے کی بشاشت، ہونٹوں پر کھیلتی ہوئی مسکراہٹ، زبان کی شیرینی، گفتگو کی نرمائش، اخلاقی وسعت اور پاکیزہ مزاج، یہ چند وہ صفات تھیں جن کی وجہ سے میر صاحبؓ کی ذات میں ایک محبت آمیز کشش پیدا ہو گئی تھی اور دوست کچے دھاگے سے بندھے ہوئے آپ کی طرف بے ساختہ چلے آتے تھے۔

مکرم شیخ عبد القادر صاحب نے آپ کی سیرت کے متعلق ایک خوبصورت لطیفہ بیان فرمایا: ’’حافظ محمد رمضان صاحب مولوی فاضل نے بیان کیا کہ حافظ معین الدین صاحب ایک مرتبہ لنگر خانہ میں کھانا لینے گئے۔ وہاں سے انہیں روٹی کے ساتھ پتلی دال کا ایک پیالہ ملا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ ناظر ضیافت تھے۔ حافظ معین الدین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت! آپ چونکہ ناظر ضیافت ہونے کے علاوہ عالمِ دین بھی ہیں اس لئے ایک مسئلہ حل فرما دیجئے اور وہ یہ ہے کہ ایسی پتلی دال کے ساتھ جس کا رنگ اور مزہ پانی کی مانند ہو وضو جائز ہے یا نہیں؟ حضرت میر صاحبؓ نے فرمایا حافظ صاحب جب تک مَیں اس دال کو دیکھ نہ لوں فتویٰ کیسے دے سکتا ہوں۔ اس پر حافظ صاحب نے دال کا پیالہ حضرت میر صاحبؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضرت میر صاحبؓ نے وہ پیالہ دال کی دیگ میں الٹا دیا اور اس کی بجائے گوشت کا پیالہ بھر کر دے دیا اور فرمایا حافظ صاحب ایہ آپ کے مسئلہ کا حل ہے۔ حافظ صاحب گوشت کا پیالہ لے کر خوش خوش چلے گئے۔

مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ نے حضرت میر صاحب کے اخلاق فاضلہ کے متعلق فرمایا:

’’آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا فراخ دل بخشا تھا۔ مہمان کے ساتھ نہایت شفقت اور دلداری کا سلوک فرماتے اور اس کی ضروریات کا پورا خیال رکھتے..... آپ کی توجہ کا میرے دل پر ہمیشہ اثر ہوتا۔ میں ہمیشہ جانے والا مہمان تھا اور ایسا مہمان بارِ خاطر بھی ہو جاتا ہے یا کم از کم ہر دفعہ زیادہ توجہ کا مستحق نہیں رہتا لیکن اُس بزرگ انسان میں مَیں نے کبھی تنگی محسوس نہ کی۔ ہمیشہ وہی مسکراہٹ اور وہی توجہ اور وہی شفقت۔ جب بھی میں کسی ضرورت کے متعلق اطلاع بھیجتا فوراً اس کی طرف توجہ کرتے اور پورا کرنے کا انتظام فرماتے۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں افسر جلسہ ہونے کی وجہ سے آپ کو انتہائی مصروفیت ہوتی پھر بھی میرے جیسے مستقل آنے والے مہمانوں کا پورا خیال رکھتے اور کام کاج کے لئے الگ نوکر بھجواتے اور مناسبِ حال کھانے کا انتظام فرماتے........ میں نے مہمانوں کی عزّت کرنے والے اور ان کے جذبات کا اس حد تک خیال رکھنے والے بہت ہی کم انسان دیکھے ہیں‘‘۔

(باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ

کوئی کتاب علاوہ قرآن کریم کے یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ اس کا لفظ لفظ الہامی شکل میں قائم ہے۔

قرآن کریم میں تحریف کرنے کی کوششیں کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اس کتاب کی حفاظت اور اس شریعت کی حفاظت اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے فرماتا رہتا ہے اور اس زمانے میں بھی وہ جری اللہ مبعوث ہو گیا جس نے دجال کے توڑ کرنے تھے۔

قرآن ایسی کتاب ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اس کے ایک ایک حرف کی حفاظت اللہ تعالیٰ اس کے نزول کے دن سے کر رہا ہے اور کرتا رہے گا انشاء اللہ۔

وہ لوگ بھی جو مسلمان کہلا کر پھر تعلیم کے بعض حصوں کو دیکھ کر منہ چھپاتے پھرتے ہیں پریشان ہونے کی بجائے اس زمانے کے جری اللہ سے اس کتاب کی تعلیم کا فہم و ادراک حاصل کریں۔

(یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کے تحت لفظ کتاب کے مختلف معانی کے لحاظ سے قرآن مجید کے فضائل کا پُرمعارف بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 11؍جنوری 2008ء بمطابق 11؍صلح 1387 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (البقرۃ:130)

گزشتہ خطبہ میں وقف جدید کے اعلان کی وجہ سے اس آیت کے مضمون کو جس کی مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے جاری نہیں رکھ سکا تھا۔ آج مَیں پھر اسی آیت کے مضمون کی طرف لوٹ رہا ہوں۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی جو بیان ہوئی ہے۔ گزشتہ سے پیوستہ خطبہ میں مَیں نے پہلا حصہ بیان کیا تھا۔ اس کا جو بقیہ حصہ ہے وہ بیان کرتا ہوں۔ یعنی دعا میں اس عظیم رسول کے لئے چار چیزیں مانگی تھیں۔ پہلی تو تھی۔ یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِکَ اس کا بیان ہو گیا ہے۔

اب ہے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ یعنی انہیں کتاب کی تعلیم دے اور اس کی حکمت بھی سکھائے اور ان کا تزکیہ بھی کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا جو آیات تُو اس عظیم رسول پر نازل فرمائے وہ عظیم رسول اُن اتری ہوئی آیات کی ان پر جن لوگوں کے لئے مبعوث ہوا ہے، تلاوت کرے گا۔ اب ان آیات کی تلاوت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو نشان بھیجے گئے ہیں یا جو آیات نازل کی گئی ہیں جن میں عبرت کے واقعات بھی ہیں، جن میں نصیحت بھی ہے، عذاب کی خبریں بھی ہیں، صرف پڑھ کر سنا دے بلکہ جیسا کہ گزشتہ سے پیوستہ خطبے میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ آئندہ آنے والوں کے لئے یہ نمونے جو دیئے گئے تھے وہ ایک سبق ہیں۔ اس لئے یہ دعا کی کہ یہ عظیم نبی جو تو آئندہ زمانے کے لئے مبعوث کرنے والا ہے اور جس کے لئے مَیں دعا کرتا ہوں کہ بنی اسماعیل میں سے مبعوث ہو وہ نبی صرف اپنی زندگی تک ہی ان آیات کی تلاوت کرنے والا نہ ہو، یا اس کے زمانے کے لوگ ہی اس تعلیم سے فائدہ اٹھانے والے نہ ہوں، اپنے وقت کے لوگوں کو ہی صرف تعلیم دینے والا نہ ہو بلکہ یہ عظیم نبی چونکہ قیامت تک کے لئے مبعوث ہونا ہے اس لئے یہ سب تعلیم جو ہے یہ لکھی ہوئی ملے۔ کتاب کی شکل میں ہو تاکہ قیامت تک اس پر عمل کرنے والے پیدا ہوتے رہیں۔

اس دعا سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علم ہو چکا تھا کہ ایک زمانے میں ایک ایسا نبی مبعوث ہونا ہے جس کی تعلیم قیامت تک رہنی ہے۔ اس لئے دعا کی کہ وہ جن میں مبعوث ہو اور جس زمانے کے لئے مبعوث ہو، انہیں کتاب کی تعلیم دے۔ یہ تمام تعلیم، یہ تمام آیات یکجا تحریری صورت میں ہوں۔ اصل میں تو یہ دعا اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سکھائی تھی کہ جو عظیم رسول مبعوث ہونا ہے اس پر جو شریعت نازل ہونی ہے وہ تمام لکھی ہوئی صورت میں ہو گی اور اس طرح لکھی ہو گی کہ قیامت تک اس کا شوشہ بھی اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج صرف یہ قرآن کریم ہی ہے جو مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لکھی ہوئی صورت میں ملا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے حُفّاظ پیدا کئے بلکہ آج تک پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں جن کے دل و دماغ پر اور یادداشت میں قرآن کریم کا ایک ایک لفظ اور حرف لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو تعلیم جاری فرمائی اس کو ظاہری کتاب میں بھی محفوظ کر لیا اور دل و دماغ میں بھی نقش کر دیا۔ جس طرح اس کی حفاظت کے سامان فرمائے کسی اور نبی پر اترنے والی آیات اور احکامات کی حفاظت نہیں کی۔ کوئی کتاب علاوہ قرآن کریم کے یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس کا لفظ لفظ الہامی شکل میں قائم ہے جبکہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ پہلے دن سے جس طرح اُترا اُسی طرح محفوظ ہے۔ بلکہ زیر زبر پیش، کہاں رکنا ہے، کہاں نہیں رکنا، اس حد تک تفصیل سے قرآن کی حفاظت کا خدا تعالیٰ نے انتظام فرمایا ہے۔ تو یہ ہے اس کتاب کی خوبی جو اس رسول پر اتری جس پر شریعت کامل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:4) یعنی مَیں نے تمہارے فائدہ کے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر احسان پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا اور تمام نعمتیں تمہیں عطا فرما دی ہیں۔ پس یہ اعلان ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا۔

یہ جہاں حضرت ابراہیمؑ کی قبولیت دعا کا بھی نشان ہے کہ اس عظیم رسول پر تمام نعمتیں مکمل ہو چکی ہیں، تمام احکام جمع ہو گئے ہیں، تمام تاریخی واقعات جمع کر دیئے گئے ہیں، سابقہ شریعتوں کا ذکر بھی کر دیا گیا

ہے۔شریعت کے تمام احکام کے اعلیٰ معیار بتا دیئے گئے ہیں جن سے تمہاری شریعت کامل اور مکمل ہوگئی ہے۔ یہ اعلان اللہ تعالیٰ نے کیا۔کوئی سابقہ شریعت اب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔کوئی سابقہ کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور حقیقت میں یہی ایک کتاب ہے جو اَلْکِتٰب کہلانے کی مستحق ہے۔اور پھر صرف شرعی باتیں ہی نہیں، مذہبی باتیں نہیں، علمی اور سائنسی باتیں بھی بیان کیں۔ جو سابقہ شریعتوں کے لوگوں کے لئے سمجھنا تو دور کی بات ہے خود آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی بعض باتیں شاید صرف آنحضرتؐ کے علاوہ کوئی نہ سمجھتا ہو۔ جو ایسی باتیں اور مستقبل کی خبریں تھیں جو اس زمانے میں ظاہر ہوئیں۔ پس اس کے اَلْکِتٰب ہونے کا یہ کمال ہے ۔اس میں تمام علوم بیان فرما کر اصل حالت میں آج تک قائم رکھا اور اس بات کا بھی خود اعلان فرمایا کہ اس کتاب کو، اس تعلیم کو جو عظیم رسول ﷺ پر اتری ہے مَیں محفوظ رکھوں گا اور کوئی نہیں جو اس کی حالت کو بدل سکے۔جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) کہ اس ذکر یعنی قرآن کریم کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اور یہ حفاظت کے سامان پہلے دن سے ہی فرما دیئے اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہی لکھ کر محفوظ کر لی گئی۔قرآن کریم کی تمام آیات یا قرآن کریم محفوظ کرلیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

''اس کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ رہیں گے۔سو تیرہ سو برس سے اس پیشین گوئی کی صداقت ظاہر ہو رہی ہے۔اب تک قرآن شریف میں پہلی کتابوں کی طرح کوئی مشرکانہ تعلیم ملنے نہیں پائی اور آئندہ بھی عقل تجویز نہیں کرسکتی کہ اس میں کسی نوع کی مشرکانہ تعلیم مخلوط ہو سکے'' شامل ہو سکے'' کیونکہ لاکھوں مسلمان اس کے حافظ ہیں ۔ ہزارہا اس کی تفسیریں ہیں۔ پانچ وقت اس کی آیات نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ ہر روز اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔اسی طرح تمام ملکوں میں اس کا پھیل جانا، کروڑہا نسخے اس کے دنیا میں موجود ہونا، ہر یک قوم کا اس کی تعلیم سے مطلع ہو جانا یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن کے لحاظ سے عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے کہ آئندہ بھی کسی نوع کا تغیر و تبدل قرآن شریف میں واقع ہونا ممتنع ہے اور محال ہے''۔

(براہین احمدیہ ۔روحانی خزائن جلد 1صفحہ102حاشیہ ۔مطبوعہ لندن)

یعنی اس بات کی یہ دلیل ہے کہ آئندہ بھی کبھی اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اس کو آج تک بلکہ اُس وقت جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اس پر بھی مزید سو سال گزر چکے ہیں، قرآن کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔آج بھی جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آئندہ بھی عقل تسلیم نہیں کرسکتی کہ اس کی تعلیم میں کوئی ردّو بدل ہو سکے۔ وہ خدا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کی حفاظت بھی فرماتا رہے گا۔

فی زمانہ دجّال نے ایک یہ چال چلی کہ اس میں ردّو بدل کر سکے لیکن یہ کوششیں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ جیسا کہ پہلے بھی مَیں ایک دو دفعہ ذکر کر چکا ہوں۔اس قرآن کریم میں ردّو بدل کا یا اس کے مقابل پر نیا قرآن کریم پیش کرنے کی جو عیسائیوں کی ایک چال تھی، بہت بڑا خوفناک منصوبہ تھا اور اس کو پہلی دفعہ انہوں نے ''فرقان الحق'' کے نام سے شائع کیا۔خود ہی اپنے پاس سے الفاظ بنا کر، کچھ قرآن کریم کے الفاظ لے کر کچھ اپنے پاس سے ملا کر، جوڑ جاڑ کر کچھ آیتیں بنائیں اور کچھ سورتیں بنالیں۔ستّر یا ستتر میرا خیال ہے اور پہلی دفعہ اس کی اشاعت 1999ء میں ہوئی۔ایوینجیلیکل چرچ کی طرف سے تھی اور اس لئے تھی کہ ان کا خیال ہے کہ جو آنے والا مسیح ہے اس کے آنے کی خبر دینے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو پہلے ذہنی طور پر تیار کرلیا جائے اور فرقان الحق کے نام سے ایک کتاب ان میں متعارف کروا دی جائے۔ایک خبر آئی تھی اس زمانے میں بھی کہ کویت میں یہ تقسیم ہو رہی ہے یا بچوں کو پڑھائی گئی ہے۔ اس بارہ میں عربی ڈیسک کو کہا تھا کہ پتہ کریں لیکن ان کی رپورٹ نہیں آئی۔انہوں نے بڑی دیر لگا دی۔ پتہ لگنا چاہئے کیونکہ دو سال پہلے یہ خبر عام ہوئی تھی۔ بہرحال امریکہ سے یہ شائع ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ تحریف کرنے کی ایک اور کوشش بھی ہے۔مسلمانوں کا ایک گروپ ہے جو شریعہ کے خلاف کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم میں سے جنگ اور جہاد کے بارہ میں جتنی آیات ہیں وہ نکال دی جائیں۔انتہائی مداہنت اور بزدلی دکھانے والا یہ گروپ ہے جو مغربی معاشرہ کو یا دوسرے لفظوں میں عیسائیوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں یا مذہب سے ان کو کوئی لگاؤ ہی نہیں۔قرآن کریم میں تحریف کر کے مسلمانوں کے اندر رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ بہرحال یہ تو ان لوگوں کی کوشش ہے۔یہ کوششیں چاہے اب عیسائیوں کی طرف سے ہوں یا اس طبقے کی طرف سے ہوں جو مسلمان کہلاتے ہوئے اپنی ہی جڑیں کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں یا منافقین کا کردار ادا کر رہے ہیں، جن کی طرف سے بھی ہوں، جو بھی قرآن شریف کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ اس میں تو بہرحال کامیاب نہیں ہو سکتے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ یہ لوگ صرف دنیا کی نظر سے دیکھنے والے ہیں۔سمجھتے ہیں کہ جس طرح بائبل میں انسانی دخل ہوگیا، اسی طرح قرآن کریم میں بھی کر سکتے ہیں۔جبکہ بائبل کے ساتھ یا کسی بھی اور کتاب کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں تھا۔قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کے ساتھ یہ وعدہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اُس عظیم رسول پہ اتری ہوئی کتاب ہے جس کی تعلیم قیامت تک رہنی ہے۔پس ان لوگوں کو چاہے وہ غیر ہیں یا اپنے ہیں اگر خدا پر ایمان ہو تو یہ سب کچھ دیکھ کر کہ واحد کتاب اپنی اصلی حالت میں ہے، دجل اور شرارت کرنے کی بجائے اس کتاب کی تعلیم پر غور کرتے کہ ایک طرف تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک عظیم رسول کے لئے ایک کتاب کی اور اس کی تعلیم کی دعا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے دعا سن بھی لی اور وہ عظیم رسول عرب میں مبعوث بھی ہوگیا جو اس کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور اس تعلیم کے اثرات دنیا نے دیکھ بھی لئے۔اس کے باوجود یہ دشمنی تبھی ہوسکتی ہے کہ آنکھوں پر پٹی بندھی ہو یا خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین نہ ہو، یا صرف اور صرف شرارت، فتنہ اور فساد کی غرض ہو۔اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ کیونکہ یہ تعلیم اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور یہ رسول بھی خاتم الانبیاء ہے اس لئے اس رسول کی اتباع کے بغیر نہ کوئی رسول، نہ کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور کتاب کبھی آ سکتی ہے۔تم لوگوں نے یہ دجل کی کوششیں کرنی ہیں تو کر کے دیکھ لو لیکن کبھی کامیاب نہیں ہو گے۔اس کتاب کی حفاظت اور اس شریعت کی حفاظت اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے فرماتا رہتا ہے اور اس زمانے میں بھی وہ جری اللہ مبعوث ہو گیا جس نے دجال کے توڑ کرنے تھے اس لئے چاہے جتنی بھی کوشش کرلو یہ خدا کی تقدیر ہے کہ اب شیطان کے بندوں اور رحمٰن کے بندوں کی آخری جنگ ہے جس میں یقیناً رحمان کے بندوں نے کامیاب ہونا ہے۔ان لوگوں کو، مخالفین کو جو اپنے کھل کھیلنے کا موقع مل رہا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس کی پیشگوئی فرمائی تھی تا کہ اللہ تعالیٰ یہ بتا سکے کہ سب طاقتوں کا سرچشمہ مَیں ہوں اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب مَیں کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہوں تو وہ ہو کر رہتی ہے۔اس لئے ہمیں ان باتوں کی کوئی فکر نہیں کہ ان کے یہ دجل کامیاب ہو جائیں گے۔ہاں بعض بے وقوفوں اور کم علموں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور بعض مسلمانوں میں سے کچھ ان کی باتیں سن کے کچھ ضائع بھی ہو جاتے ہیں۔ کچھ تو شرارت سے، کچھ معصومیت سے پھنس جاتے ہیں۔پس وہ لوگ بھی جو مسلمان کہلا کر پھر تعلیم کے بعض حصوں کو دیکھ کر منہ چھپاتے پھرتے ہیں، پریشان ہونے کی بجائے اس زمانے کے جری اللہ سے اس کتاب کی تعلیم کا فہم و ادراک حاصل کریں۔اس سے یہ تعلیم سیکھیں تا کہ پتہ چلے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔قرآن کریم کے احکامات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔اس کے ایک ایک حرف کی حفاظت اللہ تعالیٰ اس کے نزول کے دن سے کر رہا ہے اور کرتا رہے گا انشاء اللہ۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔

پس قرآن ایسی کتاب ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔بعض مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی بعض تعلیمات اب منسوخ ہونی چاہئیں۔جیسا کہ مَیں نے کہا ان کو اِس تعلیم کو جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق اور اس زمانے کے امام سے سمجھنا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست اس زمانے میں اس کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم کے بارے میں یہ اہم بات سمجھنے والی ہے۔اس میں کتاب کا ایک مطلب احکامات اور فرائض بھی ہیں۔تو اس میں کچھ فرائض ہیں، کچھ احکامات ہیں اور فرائض ایسی چیز ہیں جو ضروری ہیں، لازمی ہیں ردّو بدل نہیں ہوسکتیں اور ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ کس طرح ان کی ادائیگی کرنی ہے۔ بڑی واضح تعلیم ہے اور دیگر احکامات میں حالات کے مطابق کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ان احکامات میں سے بعض ذاتی نوعیت کے ہیں اور ایسے بھی جو جماعتی اور قومی نوعیت کے بھی ہیں۔ جو ذاتی ہیں ان میں بعض حالات اور مجبوریوں کی وجہ سے فرد کو اختیار دیا گیا ہے۔مثلاً عبادت میں فرض نمازیں ہیں۔ یہ لازمی ہیں۔ نوافل ہیں یہ اختیاری ہیں۔ پھر فرض نمازوں میں باجماعت نماز ہے۔کھڑے ہو کر پڑھنا ہے، باوضو ہونا ہے، اس طرح کے احکامات ہیں۔ پھر ساتھ ہی بیمار یا مسافر کو بعض سہولتیں بھی دی گئی ہیں۔تو یہ ہے مکمل تعلیم جو قرآن کریم نے ہمیں دی ہے۔اسی طرح کی اور بہت ساری مثالیں ہیں۔

پھر جو قومی یا اجتماعی احکامات ہیں مثلاً جہاد یا جنگ کا حکم ہے جس سے اُس طبقے کو شرم آتی ہے جو اِس میں تحریف کرنا چاہتا ہے۔پہلی بات تو یہ کہ کیا یہ ممالک جن کے پیچھے چل کر یہ لوگ مداہنت دکھا رہے ہیں، بزدلی دکھا رہے ہیں، ان کی خوشامد کرنا چاہتے ہیں، جنگیں نہیں کرتے۔ان لوگوں کی تاریخ ظالمانہ جنگوں سے بھری پڑی ہے اور پھر اس زمانے میں بھی بعض ملکوں پر ان لوگوں نے ظالمانہ تسلط قائم کیا ہوا ہے اور مسلسل جنگ کی صورت ہے۔اس لئے مسلمانوں کو، وہ جو صحیح مومن ہے، صحیح مسلمان ہے، شرمندہ ہونے کی بجائے ان لوگوں کو شرمندہ کرنا چاہئے کہ کہتے کیا ہو اور کر کیا رہے ہو۔

دوسرے قرآن میں جہاں جہاد کا حکم ہے جو جنگ کی صورت میں ہے۔یعنی جنگ کی صورت میں جہاد، تلوار سے جہاد، اس کے لئے بعض شرائط ہیں کہ تمہارے پر کوئی ظلم کرتا ہے، حملہ کرتا ہے تو ظلم کا جواب دو۔جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے تو بہانے تلاش نہ کرو اور خون بہانے کی کوشش نہ کرو۔اسی طرح بیشمار اور

احکامات ہیں۔ جنگی قیدی ہیں ان کے ساتھ انصاف کرو، عدل سے کام لو۔ اور پھر یہ کہ جنگ اور جہاد یعنی تلوار اور بندوق کا جہاد کرنا ہے تو اس کا فیصلہ اولوالامر نے کرنا ہے۔ ہر ایرے غیرے نے نہیں کرنا اور اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم اور عدل بھیجا ہے جس نے یہ فیصلے اس کتاب کی تعلیم کے مطابق کرنے ہیں کہ اب کون سا عمل اللہ تعالیٰ کی نظر میں احسن ہے، جس نے یہ فیصلے کرنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تفصیل اور وضاحت کیا ہے۔ کون سا عمل اب اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے تو اس حکم اور عدل نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ اس زمانے میں میرے آنے کے ساتھ تیر وتفنگ، تلوار، بندوق کے ساتھ جہاد بند ہے اور اب جہاد کے لئے تم بھی وہی حربے استعمال کرو جو مخالفین استعمال کر رہے ہیں۔ یا تمہارا دشمن استعمال کر رہا ہے۔ مخالف لٹریچر اور میڈیا کے ذریعہ سے اسلام کے خلاف نفرت پھیلا رہا ہے تو تم بھی لٹریچر کے ذریعہ سے نہ صرف اس کا دفاع کرو بلکہ قرآنی تعلیم کو پھیلا کر ثابت کرو کہ یہی ایک تعلیم ہے جو نجات دلانے والی تعلیم ہے جو کہ خدائے واحد کی طرف سے ہے۔ اگر یہ لوگ دجل سے کام لیتے ہوئے قرآن کی طرز پر کتاب شائع کر کے عیسائیت کی تعلیم دے رہے ہیں تو اس کا ردّ کرو۔

پس اس حکم کی اب یہ تشریح ہے کہ اب جہاد تعلیمی اور علمی جہاد ہے۔ جہاد کا مطلب صرف تلوار چلانا نہیں ہے۔ نہ ہی کبھی آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم نے صرف یہی مطلب سمجھا ہے۔ بلکہ جہاد اکبر قرآنی تعلیم پر عمل کرنا اور اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے۔ اگر جہاد کی صورت میں جنگ کا جواب دینے کی اجازت ہے۔ اگر حکومت پر کوئی حملہ کرتا، ملکوں پر حملہ کرتا ہے اور حکومتیں جواب دیتی ہیں اور اب بھی اس صورت میں اجازت ہے نہ کہ تنظیموں کا کام ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو اب یہ بتانا جہاد ہے کہ دلیل سے ہم ثابت کرتے ہیں کہ تمہاری یہ کوشش جو ہے یہ بچگانہ کوشش ہے۔ اگر اس کتاب کو دیکھیں تو انتہائی بچگانہ کوشش لگتی ہے۔ بظاہر یہ دعویٰ ہے کہ بڑے عقلمندوں نے بنایا ہے لیکن دیکھنے سے ہی پتہ لگ جاتا ہے، ایک عام فہم کا انسان اس کو دیکھتے ہی سمجھ لیتا ہے کہ انسانی کوشش ہے۔ تو بہرحال قرآن کریم کی اصل حالت میں حفاظت کی، اللہ تعالیٰ کے قرآن کریم کے بارے میں اس اعلان کی مَیں بات کر رہا تھا ہمیشہ اس کی حفاظت کروں گا۔

بعض مستشرقین جو ہیں جو اسلام کے خلاف توڑ مروڑ کر بھی پیش کرتے ہیں ان سے بھی یہ تائید کروائی ہے۔ انہوں نے بھی بالآخر مجبوراً یہ لکھا ہے۔ چنانچہ جان برٹن (John Burton) کی ایک کتاب "TheCollection of The Quran" ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔ تھوڑا سا حصہ میں پڑھتا ہوں کہ ”ہم تک پہنچنے والا متن بعینہ وہی ہے جو خود نبی (کریم ﷺ) کا مرتبہ اور مصدقہ ہے۔ چنانچہ آج ہمارے پاس جو کتاب ہے (یعنی قرآن) یہ دراصل مصحف محمدی ہی ہے“۔

(John Burton, The Collection of The Quran, Cambridge University Press,1997. P. 239-240)

پھر H.A.R Gibb لکھتے ہیں کہ ”یہ ایک نہایت قوی حقیقت ہے کہ (قرآن کریم میں) کسی قسم کی کوئی تحریف ثابت نہیں کی جاسکی۔ اور یہ حقیقت بھی بہت قوی ہے کہ محمد (ﷺ) کے بیان فرمودہ الفاظ کو اصل حالت میں مکمل احتیاط کے ساتھ اب تک محفوظ رکھا گیا ہے“۔

(H.A.R.Gobb, Muhammadanism,London, Oxford University Press 1969, P. 50)

سرولیم میور بہت بڑے مستشرق ہیں` وہ لکھتے ہیں کہ ”دنیا کے پردے پر اور کوئی ایسا کام نہیں کہ جس کا متن بارہ صدیوں کے بعد بھی صحیح ترین حالت میں ہو“۔

(Sir William Muir, Life of Muhammet, London 1878. P. 558)

ڈاکٹر مورِس بکائے "The Bible ,The Quran and Science" میں لکھتے ہیں۔ فرنچ سے ٹرانسلیشن ہے کہ ”آج کے دور میں مہیا ہونے والے قرآن کریم کے تمام نسخے اصل متن کی دیانتداری سے کی گئی نقول ہیں۔ قرآن کے معاملہ میں اب تک کے شب و روز میں تحریف وتبدل کا کوئی سراغ نہیں ملتا“۔

(The Bible, The Quran and Science, Translation from French by Alstair D.Pannel and The Author under heading Conclusion, P. 102)

پھر نولڈیکے جو بہت بڑے مستشرق تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے وہی ہے جو خود محمد (ﷺ) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ16)

پھر لکھتے ہیں کہ: ”ممکن ہے کہ تحریر کی کوئی معمولی غلطیاں ہوں“۔ یعنی طرز تحریر میں ہوں تو ہوں، یہ ان کا طرز ہے شک میں ڈالنے کے لئے بہرحال۔ ”لیکن جو قرآن عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اس کا مضمون وہی ہے جو محمد نے پیش کیا ہے (ﷺ)۔ گو اس کی ترتیب عجیب ہے۔ یورپ کے محققین کی وہ تمام کوششیں جو قرآن میں بعد میں بعض اضافہ جات ثابت کرنے کے لئے کی گئی تھیں قطعاً ناکام رہی ہیں۔

(Encyclopaedia Britanica. Edition:1911. Under heading "Quran". P. 905)

اس طرح کے بہت سارے ہیں۔ پس یہی وہ کتاب ہے، اَلْـکِـتٰـب ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت خاتم الانبیاء پر اتری۔ اس میں تحریف کی نہ پہلے بھی کوئی کوشش کامیاب ہوئی نہ آئندہ ہو سکتی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مَیں اس کی حفاظت کروں گا۔ یہ انسانوں کے ذریعہ ہمارے تک نہیں پہنچی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمائے تھے کہ اس کی حفاظت کے سامان ہمیشہ ہوتے رہے۔ اور ان کی کوششوں کے باوجود نہ ہی کبھی یہ الزام لگ سکتا ہے کہ اس میں کسی زمانہ میں بھی کبھی ردّ و بدل ہوئی۔

کتاب کے معنی جمع کرنے والی چیز کے بھی ہیں۔ پس اس لحاظ سے قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمام قسم کی تعلیمات جمع ہو گئی ہیں۔ اس میں تمدنی علم بھی ہے، مذہبی علم بھی ہے جیسا کہ مَیں نے کہا، اقتصادی بھی ہے، سائنسی بھی ہے، اخلاقی تعلیم بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”ذَالِکَ الْـکِـتَـابُ یعنی یہ وہ کتاب ہے جس نے خدا کے علم سے خلعت وجود پہنا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کا علم تمام علوم سے کامل تر ہے۔ پس جو تعلیمات اس میں جمع کی گئی ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اپنے کامل علم کے مطابق اتاری ہیں کیونکہ شریعت کامل ہو رہی تھی اس لئے تمام تعلیمات جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں اس طرح کسی اور شرعی کتاب میں اس اعلیٰ پائے کی نہیں اتریں۔ بعض احکامات ایک جیسے ہیں لیکن ان کے بھی معیار وہ نہیں ہیں۔ لَا رَیْـبَ فِـیْـہِ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے مزید فرما دیا کہ میں جو تمام علوم کا سرچشمہ ہوں تمہیں بتا رہا ہوں کہ اس تعلیم کے اعلیٰ پائے کے ہونے میں کوئی شک نہیں اور کسی بھی شک وشبہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ تم لاکھ کوشش کر لو اس جیسی کتاب نہیں بنا سکتے۔ دجل سے کام لے کر کوشش تو کر لو گے لیکن فوراً ننگے ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ذرا سے غور سے جیسا کہ پہلے مَیں نے کہا ایک عام آدمی بھی، معمولی تعلیم یافتہ بھی اس کو دیکھ لے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اس میں کتنے سقم ہیں، کتنی بے ترتیبیوں سے ان کو جوڑا گیا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ توحید کا بیان ہے، توحید کے اردگرد گھومتی ہے۔ جبکہ اس کو اگر پڑھیں تو مسلمانوں کو بگاڑنے کے لئے کوشش کی گئی ہے اور بڑی ہوشیاری سے شروع میں ہی تثلیث کا بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن اسی آیت میں توحید کا بیان کر کے تثلیث کو توحید بنا دیا۔ ایک مسلمان جس کو بنیادی علم ہے وہ کس طرح اس کو قبول کر سکتا ہے یا تو ہوشیاری یہ ہوتی ہے کہ پہلے کچھ نہ کچھ توحید کا بیان کیا جاتا پھر گھوم پھرا کر اس میں تثلیث کا کچھ حصہ ڈال دیا جاتا۔ تو بے وقوفی تو یہاں تک ہے کہ شروع میں ہی ایک ہی آیت میں جو انہوں نے اپنی طرف سے آیت بنائی ہے اس میں توحید اور تثلیث کا بیان ہے۔ بہرحال اس کو یہاں بیان کرنے کی تو ضرورت نہیں۔ اس میں فضول باتیں ہی ہیں۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں۔ اس بات کی وضاحت میں کہ جو الہام الٰہی ہے اس کی جو ہدایت ہے ہر ایک طبیعت کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ الہام الٰہی کا یا اللہ تعالیٰ کی تعلیم کا اُن طبائع پر اثر ہوتا ہے جن کی طبیعتیں صاف ہوں۔ ہر حکم جو ہے، جو تعلیم اترتی ہے ان لوگوں کے لئے ہے جو پاک طبیعت رکھتے ہیں، جو صفت تقویٰ اور صلاحیت سے متصف ہیں۔

آپ فرماتے ہیں: ”اس آیت پر یعنی الٓمّٓ ۔ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (سورۃ البقرہ آیت 3:) پر غور کرنا چاہئے کہ کس لطافت اور خوبی اور رعایت ایجاز سے خدائے تعالیٰ نے وسوسہ مذکور کا جواب دیا ہے“ یعنی اگر یہ سوال اٹھتا ہے کہ ہر ایک اس تعلیم سے کیوں نہیں اثر لیتا تو اس کو اس آیت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ کس خوبی سے اللہ نے جواب دیا ہے۔ ”اول قرآن شریف کے نزول کی علت فاعلی بیان کی“ یعنی اس کے نزول کی، اترنے کی وجہ ”اور اس کی عظمت اور بزرگی کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا الٓمّٓ مَیں خدا ہوں جو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ یعنی نازل کنندہ اس کتاب کا مَیں ہوں جو علیم وحکیم ہوں جس کے علم کے برابر کسی کا علم نہیں۔ پھر بعد اس کے علّتِ مادّی قرآن کے بیان میں فرمائی اور اس کی عظمت کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا ذَالِکَ الْـکِـتٰـبُ وہ کتاب ہے۔ یعنی ایسی عظیم الشان اور عالی مرتبت کتاب ہے جس کی علّتِ مادّی“ اس کے پیدا ہونے کی وجہ ”علم الٰہی ہے۔ یعنی جس کی نسبت ثابت ہے کہ اس کا منبع اور چشمہ ذات قدیم حضرت حکیم مطلق ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ”اس جگہ اللہ تعالیٰ نے “وہ“ کا لفظ اختیار کرنے سے جو بُعد اور دُوری کے لئے آتا ہے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ کتاب اس ذات عالی صفات کے علم سے ظہور پذیر ہے جو اپنی ذات میں بے مثل ومانند ہے۔ جس کے علوم کاملہ اور اسرار دقیقہ نظر انسانی کی حدّ جولان سے بہت بعید اور دُور ہیں“۔ یعنی اس کے اندر جو کامل علم ہے، جو کامل تعلیم ہے اس کے اندر اور جو راز کی باتیں پوشیدہ ہیں اور جو گہرائی کی باتیں پوشیدہ ہیں وہ انسان کا، عام آدمی کا جو فہم وادراک ہے اس سے بہت دور ہیں۔ ” پھر بعد اس کے علّت صوری کا قابل تعریف ہونا ظاہر

فرمایا‘‘۔یعنی ظاہری شکل جو ہے’’ اور کہا لَارَیْبَ فِیْہِ یعنی قرآن اپنی ذات میں ایسی صورت و مدلل و معقول پر واقع ہے کہ کسی نوع کے شک کرنے کی اس میں گنجائش نہیں ۔یعنی وہ دوسری کتابوں کی طرح بطور کتھا اور کہانی کے نہیں ۔ بلکہ اَدِلّہٴ یقینیہ و براہینِ قطعیہ پر مشتمل ہے‘‘ یعنی اس میں یقینی دلائل بھی موجود ہیں اور بڑے صاف ستھرے اور قطعی طور پر روشن نشان موجود ہیں۔’’ اور اپنے مطالب پر حجِ بیّنہ اور دلائل شافیہ بیان کرتا ہے‘‘۔ جو بھی اس کا مطلب ہے مکمل طور پر کھل کر ان کی دلیلوں کے ساتھ، کافی شافی دلیل کے ساتھ ان کو بیان کرتا ہے۔’’ اور فی نفسہٖ ایک معجزہ ہے جو شکوک اور شبہات کے دور کرنے میں سیف قاطع کا حکم رکھتا ہے‘‘۔ ایک ایسا معجزہ ہے جو ہر قسم کے شکوک وشبہات دور کر دیتا ہے اور ایک تیز دھار تلوار کا حکم رکھتا ہے کہ اگر اس طرح اس کو سمجھا جائے تو جو متقی ہے، جو اس کو سمجھنے کی کوشش کرے گا اس کا ہر شک، ہر شبہ کٹ جائے گا، ختم ہو جائے گا۔’’ اور خدا شناسی کے بارے میں صرف ہونا چاہیئے کے ظنّی مرتبہ میں نہیں چھوڑتا‘‘۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ ہونا چاہئے۔’’ بلکہ ہے کے یقینی اور قطعی مرتبے تک پہنچاتا ہے‘‘۔ اس بات پر قائم کرتا ہے کہ خدا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:’’ یہ تو علل ثلاثہ کی عظمت کا بیان فرمایا اور پھر باوجود عظیم الشان ہونے ان ہر سہ علّتوں کے‘‘ ان سب وجوہات کے، جو تینوں وجوہات بیان کی ہیں’’ جن کو تاثیر اور اصلاح میں دخل عظیم ہے علّت رابعہ‘‘ چوتھی جو اس کی وجہ ہے، جو اس کا اصل مقصد ہے۔’’ یعنی علّت غائی، نزول قرآن شریف کو جو راہنمائی اور ہدایت ہے صرف متقین میں منحصر کر دیا‘‘۔ یعنی یہ باتیں ان لوگوں کو پہنچیں گی ان کو یہ باتیں سمجھ آئیں گی جو متقی ہوں گے۔ وہ لوگ عام لوگ نہیں۔ جب تک تقویٰ نہ ہو انہیں کوئی نہیں لے سکتا۔

’’ اور فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن کہ یہ کتاب صرف ان جواہر قابلہ کی ہدایت کیلئے نازل کی گئی ہے جو بوجہ پاک باطنی و عقلِ سلیم و فہمِ مستقیم و شوقِ طلب حق و نیّتِ صحیح انجام کار درجہٴ ایمان وخدا شناسی وتقویٰ کامل پر پہنچ جائیں گے‘‘۔ یعنی یہ کتاب ان لوگوں کو ہدایت دے گی، ساری نصیحتیں ان لوگوں کو پہنچیں گی جو ایسے لوگ ہیں جو اس قابل ہیں جو ہدایت پائیں۔ اور کس طرح اس قابل بنیں گے جن کے اندرونے پاک ہوں گے، جن کو عقل ہوگی اور فہم ہوگا۔ جو سیدھے راستے پر چلنے والا ہو اور حق کو پانے کے لئے ایک شوق ہوگا، طلب ہوگی اور صحیح نیت ہوگی تو پھر آخر کار ان کو خدا تعالیٰ کی پہچان ہوگی اور پھر وہ تقویٰ جو کامل ہے اس تک پہنچ جائیں گے۔ اگر یہ چیزیں نہیں ہیں تو قرآن کریم کی کسی کو سمجھ نہیں آسکتی۔ فرمایا:’’ یعنی جن کو خدا اپنے علمِ قدیم سے جانتا ہے کہ ان کی فطرت اس ہدایت کے مناسبِ حال واقعہ ہے اور وہ معارف حقانی میں ترقی کر سکتے ہیں وہ بالآخر اس کتاب سے ہدایت پا جائیں گے اور بہرحال یہ کتاب ان کو پہنچ رہے گی۔ اور قبل اس کے جو وہ مریں خدا ان کو راہ راست پر آنے کی توفیق دے دے گا۔

اب دیکھو اس جگہ خدائے تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ جو لوگ خدائے تعالیٰ کے علم میں ہدایت پانے کے لائق ہیں اور اپنی اصل فطرت میں صفتِ تقویٰ سے متصف ہیں وہ ضرور ہدایت پا جائیں گے۔ اور پھر اُن آیات میں جو اِس آیت کے بعد لکھی گئی ہیں اسی کی زیادہ تر تفصیل کر دی اور فرمایا کہ جس قدر لوگ (خدا کے علم میں) ایمان لانے والے ہیں وہ اگرچہ ہنوز‘‘ ابھی’’ مسلمانوں میں شامل نہیں ہوئے پر آہستہ آہستہ سب شامل ہو جائیں گے اور وہی لوگ باہر رہ جائیں گے جن کو خدا خوب جانتا ہے کہ طریقہٴ حقہٴ اسلام قبول نہیں کریں گے‘‘۔ اسلام کا طریق قبول نہیں کریں گے۔’’ اور گو ان کو نصیحت کی جائے یا نہ کی جائے ایمان نہیں لائیں گے یا مراتبِ کاملہ تقویٰ و معرفت تک نہیں پہنچیں گے۔ غرض ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے کھول کر بتلا دیا کہ ہدایت قرآنی سے صرف متقی منتفع ہو سکتے ہیں جن کی اصل فطرت میں غلبہ کسی ظلمتِ نفسانی کا نہیں‘‘۔ وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، وہی لوگ نفع حاصل کر سکتے ہیں جن کی فطرت میں کسی قسم کا نفسانی اندھیرا اور گند نہیں ہے۔’’ اور یہ ہدایت ان تک ضرور پہنچ رہے گی۔ یعنی جو لوگ متقی نہیں ہیں نہ وہ ہدایت قرآنی سے کچھ نفع اٹھاتے ہیں اور نہ یہ ضرور ہے کہ خواہ نخواہ ان تک ہدایت پہنچ جائے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ۔روحانی خزائن جلد1صفحہ200-202 حاشیہ۔ مطبوعہ لندن)

پس اس تعلیم کو سمجھنے کیلئے، سننے کے لئے تقویٰ ضروری ہے۔ اس تعلیم کو سننے والوں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے اور ابو جہل جیسے لوگ بھی تھے لیکن حق کی تلاش والے قبول کر کے بہترین انجام کو پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ نے وہ مقام پایا جو رہتی دنیا تک سنہری حروف میں لکھا جانے والا ہے اور جو ابو جہل جیسے لوگ تھے وہ اپنے بدترین انجام کو پہنچے۔ پس آج بھی دجّالی چالیں چلنے والے جو یہ کوششیں کرنے لگے ہیں کہ اس کتاب کو بدل دیں تو وہ بھی اپنے بدانجام کو دیکھ لیں گے اور وہ اس کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ لیکن جو لوگ اس پاک کتاب کو، پاک تعلیم کو، پاک دل سے سنتے اور پڑھتے ہیں تو یہی تعلیم ہے جو ان کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنے والی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس ہے وہ مَیں پڑھتا ہوں۔ وقت تھوڑا ہے۔ میرا خیال تھا کہ خلاصہ بیان کر دوں گا، لیکن خلاصہ نہیں کیونکہ اس اقتباس کی وضاحت تو ہو سکتی ہے خلاصہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اصل حالت میں ہی سنا رہا ہوں گو کہ لمبا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں۔

’’ اللہ جلّشانہٗ نے قرآن کریم میں اپنی کمال تعلیم کا آپ دعویٰ فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدہ:4) کہ آج مَیں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کیا اور اپنی نعمت یعنی تعلیم قرآنی کو تم پر پورا کیا اور ایک دوسرے محل میں اس اکمال کی تشریح کے لئے کہ اکمال کس کو کہتے ہیں‘‘ یعنی کمال کس کو کہتے ہیں۔’’ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَکَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَافِی السَّمَآءِ ۔تُؤْتِیْ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ۔ وَمَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ۔یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ (ابراھیم:25تا28)۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کیونکر بیان کی اللہ نے مثال یعنی مثال دین کامل کی کہ بات پاکیزہ، درخت پاکیزہ کی مانند ہے‘‘ کہ پاکیزہ بات جو ہے وہ پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔’’ جس کی جڑ ثابت ہو‘‘۔ بہت مضبوط ہو’’ اور شاخیں اس کی آسمان میں ہوں اور وہ ہر ایک وقت اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا ہو اور یہ مثالیں اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تا لوگ ان کو یاد کر لیں اور نصیحت پکڑ لیں اور ناپاک کلمہ کی مثال اس ناپاک درخت کی ہے جو زمین پر سے اکھڑا ہوا ہے اور اس کو قرار وثبات نہیں۔ سو اللہ تعالیٰ مومنوں کو قول ثابت کے ساتھ یعنی جو قول ثابت شدہ اور مدلّل ہے اس دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم کرتا ہے اور جو لوگ ظلم اختیار کرنا کرتے ہیں ان کو گمراہ کرتا ہے۔ یعنی ظالم خدا تعالیٰ سے ہدایت کی مدد نہیں پاتا جب تک ہدایت کا طالب نہ ہو‘‘۔ ظالم جو ہے اس کو ہدایت نہیں ملتی جب تک وہ خود کوشش نہ کرے۔’’ ...... کسی آیت کے وہ معنے کرنے چاہئے کہ الہامی کتاب آپ کرے‘‘۔ یعنی آیات کے وہ معنے کرنے چاہئیں جو دوسری آیات سے مطابقت رکھتے ہوں۔’’ اور الہامی کتب کی شرح دوسری کتابوں کی شرحوں پر مقدم ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان آیات میں کلام پاک اور مقدس کا کمال تین باتوں پر موقوف قرار دیتا ہے۔

اوّل یہ کہ اَصْلُھَا ثَابِتٌ یعنی اصول ایمانیہ اس کے ثابت اور محقق ہوں‘‘۔ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ واقعی ایماندار ہے۔ ایمان لایا ہوا ہے۔’’ اور فی حدّ ذاتہ یقین کامل کے درجے پر پہنچے ہوئے ہوں‘‘۔ یقین کامل ہو اس کو اپنے ایمان پر پہنچے ہوئے ہوں’’ اور فطرت انسانی اس کو قبول کرے کیونکہ اَرْض کے لفظ سے اس جگہ فطرت انسانی مراد ہے جیسا کہ مِنْ فَوْقِ الْاَرْض کا لفظ صاف بیان کر رہا ہے۔............ خلاصہ یہ کہ اصول ایمانیہ ایسے چاہئیں کہ ثابت شدہ اور انسانی فطرت کے موافق ہوں‘‘۔ ایمان کی مضبوطی اور جڑ جو ہے اتنی ہو اور ایسا پکا ایمان ہو جو فطرت ایمانیہ کے موافق بھی ہو۔ یہ خلاصہ بیان فرمایا انہوں نے اصل ثابت کا۔

پھر دوسری نشانی یہ کہ فطرت انسانی اور ایمان ایک چیز بن جائیں۔’’ پھر دوسری نشانی کمال کی یہ فرماتا ہے کہ فَرْعُھَافِی السَّمَآءِ یعنی اس کی شاخیں آسمان پر ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں یعنی صحیفہٴ قدرت کو غور کی نگاہ سے مطالعہ کریں‘‘۔ قرآن کریم کو غور سے مطالعہ کریں’’ تو اس کی صداقت ان پر کھل جائے۔ اور دوسری یہ کہ وہ تعلیم یعنی فروعات اُس تعلیم کے جیسے اعمال کا بیان، احکام کا بیان، اخلاق کا بیان یہ کمال درجہ پر پہنچے ہوئے ہوں جس پر کوئی زیادہ متصور نہ ہو۔ جیسا کہ ایک چیز جب زمین سے شروع ہو کر آسمان تک پہنچ جائے تو اس پر کوئی زیادۃ متصور نہیں‘‘۔

پھر فرمایا کہ:’’ پھر تیسری نشانی کمال کی یہ فرمائی کہ تُؤْتِیْ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ۔ ہر ایک وقت اور ہمیشہ کے لئے وہ اپنا پھل دیتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی وقت خشک درخت کی طرح ہو جاوے جو پھل پھول سے بالکل خالی ہے۔ اب صاحبو! دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمودہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ کی تشریح آپ ہی فرما دی کہ اس میں تین نشانیوں کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ سو جیسا کہ اس نے یہ تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں اسی طرح اس نے ان کو ثابت کر کے بھی دکھلا دیا ہے۔ اور اصول ایمانیہ جو پہلی نشانی ہے جس سے مراد کلمہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اس کو اس قدر بسط سے‘‘ یعنی کھول کر’’ قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اگر مَیں تمام دلائل لکھوں تو پھر چند جزو میں بھی ختم نہ ہوں گے مگر تھوڑا سا ان میں سے بطور نمونہ کے ذیل میں لکھتا ہوں

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

۔جیسا کہ ایک جگہ یعنی سیپارہ دوسرے سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۔(سورۃ البقرۃ 165) یعنی تحقیق آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے اختلاف اور ان کشتیوں کے چلنے میں جو دریا میں لوگوں کے نفع کے لئے چلتی ہیں اور جو کچھ خدا نے آسمان سے پانی اتارا اور اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اور زمین میں ہر ایک قسم کے جانور بکھیر دیئے اور ہواؤں کو پھیرا اور بادلوں کو آسمان اور زمین میں مسخر کیا یہ سب خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید اور اُس کے الہام اور اُس کے مدبّر بالارادہ ہونے پر نشانات ہیں۔اب دیکھئے اس آیت میں اللہ جلّشانہ نے اپنے اس اصول ایمانی پر کیسا استدلال اپنے اس قانون قدرت سے کیا یعنی اپنے ان مصنوعات سے جو زمین وآسمان میں پائی جاتی ہیں جن کے دیکھنے سے مطابق منشاء اس آیت کریمہ کے صاف صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بیشک اِس عالم کا ایک صانع قدیم اور کامل اور وحدہٗ لاشریک اور مدبّر بالارادہ اور اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیجنے والا ہے۔وجہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی یہ تمام مصنوعات اور یہ سلسلہ نظام عالم کا جو ہماری نظر کے سامنے موجود ہے یہ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ یہ عالم خود بخود نہیں بلکہ اُس کا ایک موجد اور صانع ہے جس کے لئے یہ ضروری صفات ہیں کہ وہ رحمان بھی ہو اور رحیم بھی ہو اور قادر مطلق بھی ہو اور واحد لاشریک بھی ہو اور ازلی ابدی بھی ہو اور مدبر بالارادہ بھی ہو اور مستجمع جمیع صفات کاملہ بھی ہو اور وحی کو نازل کرنے والا بھی ہو۔''

فرماتے ہیں:'' دوسری نشانی یعنی فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ جس کے معنی یہ ہیں کہ آسمان تک اس کی شاخیں پہنچی ہوئی ہیں اور آسمان پر نظر ڈالنے والے یعنی قانون قدرت کا مشاہدہ کرنے والے اس کو دیکھ سکیں اور نیز وہ انتہائی درجہ کی تعلیم ثابت ہو۔اس کے ثبوت کا ایک حصہ تو اسی آیت موصوفہ بالا سے پیدا ہوتا ہے۔کس لئے کہ جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ نے مثلاً قرآن کریم میں یہ تعلیم بیان فرمائی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔(الفاتحہ:2-4) جس کے یہ معنے ہیں کہ اللہ جلّشانہٗ تمام عالموں کا ربّ ہے یعنی علّت العلل ہر ایک ربوبیت کا وہی ہے''۔تمام اسباب کا پیدا کرنے والا۔اس کی پہلے پیدا کرنے کی جو وجہ ہے،اس کی ربوبیت ہے جو ہر ایک چیز پر حاوی ہے۔'' دوسری یہ کہ وہ رحمٰن بھی ہے یعنی بغیر ضرورت کسی عمل کے اپنی طرف سے طرح طرح کے آلاء اور نعماء شامل حال اپنی مخلوق کے رکھتا ہے۔اور رحیم بھی ہے کہ اعمال صالحہ کے بجالانے والوں کا مددگار ہوتا ہے اور اُن کے مقاصد کو کمال تک پہنچاتا ہے۔اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یہی ہے کہ ہر ایک جزا سزا اُس کے ہاتھ میں ہے۔جس طرح پر چاہے اپنے بندہ سے معاملہ کرے۔چاہے تو اس کو ایک عمل بد کے عوض میں وہ سزا دیوے جو اس عمل بد کے مناسب حال ہے اور چاہے تو اس کے لئے مغفرت کے سامان میسر کرے۔یہ تمام امور اللہ جلّشانہٗ کے اس نظام کو دیکھ کر صاف ثابت ہوتے ہیں پھر تیسری نشانی جو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی تُؤْتِيْٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ یعنی کامل کتاب کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ جس پھل کا وہ وعدہ کرتی ہے وہ صرف وعدہ ہی وعدہ نہ ہو بلکہ وہ پھل ہمیشہ اور ہر وقت میں دیتی رہے۔اور پھل سے مراد اللہ جلّشانہٗ نے اپنا لقاء مع اس کے تمام لوازم کے جو برکات سماوی اور مکالمات الٰہیہ اور ہر ایک قسم کی قبولیتیں اور خوارق ہیں رکھی ہیں''۔یعنی کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی جو باتیں ہے،پھل سے وہ مراد ہیں۔یعنی قبولیت دعا جو ہے یعنی جو برکتیں اللہ تعالیٰ آسمان سے اتارتا ہے ان نیک لوگوں سے باتیں کرتا ہے یہ ساری چیزیں جو ہیں رکھی ہیں۔'' جیسا کہ خود فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (حٰم سجدہ:31 تا 33)۔ وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔پھر انہوں نے استقامت اختیار کی یعنی اپنی بات سے نہ پھرے اور طرح طرح کے زلازل اُن پر آئے مگر انہوں نے ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہ دیا اُن پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم کچھ خوف نہ کرو اور نہ کچھ حزن اور اس بہشت سے خوش ہو جس کا تم وعدہ دیئے گئے تھے۔یعنی اب وہ بہشت تمہیں مل گیا اور بہشتی زندگی اب شروع ہوگئی۔کس طرح شروع ہوگئی۔نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ......الخ اس طرح کہ ہم تمہارے متولی اور متکفل ہو گئے اس دنیا میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے اس بہشتی زندگی میں جو کچھ تم مانگو وہی موجود ہے۔یہ غفور رحیم کی طرف سے مہمانی ہے۔مہمانی کے لفظ سے اس پھل کی طرف اشارہ کیا ہے جو آیت تُؤْتِيْٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ میں فرمایا گیا تھا۔اور آیت فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کے متعلق ایک بات ذکر کرنے سے رہ گئی کہ کمال اس تعلیم کا باعتبار اس کے انتہائی درجہ ترقی کے کیونکر ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن شریف سے پہلے جس قدر تعلیمیں آئیں درحقیقت وہ ایک قانون مختص القوم یا مختص الزمان کی طرح تھیں اور عام افادہ کی قوت اُن میں نہیں پائی جاتی تھی''۔بعض قوموں کے لئے تھیں یا بعض زمانوں کے لئے تعلیمیں تھیں اور ہر ایک کے لئے اُن میں فائدہ نہیں تھا۔'' لیکن قرآن کریم تمام قوموں اور تمام زمانوں کی تعلیم اور تکمیل کیلئے آیا ہے۔مثلاً نظیر کے طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی تعلیم میں بڑا زور سزا دہی اور انتقام میں پایا جاتا ہے جیسا کہ دانت کے عوض دانت اور آنکھ کے عوض آنکھ کے فقروں سے معلوم ہوتا ہے۔اور حضرت مسیحؑ کی تعلیم میں بڑا زور عفو اور درگزر پر پایا جاتا ہے۔لیکن ظاہر ہے کہ یہ دونوں تعلیمیں ناقص ہیں۔نہ ہمیشہ انتقام سے کام چلتا ہے نہ ہمیشہ عفو سے بلکہ اپنے اپنے موقع پر نرمی اور درشتی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ:41) یعنی اصل بات تو یہ ہے کہ بدی کا عوض تو اسی قدر بدی ہے جو پہنچ گئی ہے۔لیکن جو شخص عفو کرے اور عفو کا نتیجہ کوئی اصلاح ہو نہ کہ کوئی فساد۔یعنی عفو اپنے محل پر ہو،نہ غیر محل پر۔پس اجر اُس کا اللہ پر ہے یعنی یہ نہایت احسن طریق ہے۔'' عفو سے فساد کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اگر ایک عادی چور ہے اس کو عفو کرتے ہوئے چھوڑ دیں گے تو وہ پھر دوبارہ چوری کرے گا کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے گا۔اس سے مزید گناہ پھیلنے کا اندیشہ ہے اس لئے وہ عفو فساد میں آتا ہے۔

فرمایا کہ:'' اب دیکھئے اس سے بہتر اور کون سی تعلیم ہوگی کہ عفو کو عفو کی جگہ اور انتقام کو انتقام کی جگہ رکھا۔اور پھر فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل:91) یعنی اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ تم عدل کرو۔اور عدل سے بڑھ کر یہ ہے کہ باوجود رعایت عدل کے احسان کرو۔اور احسان سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم ایسے طور سے لوگوں سے مروت کرو،پیار سے پیش آؤ'' کہ جیسے کہ گویا وہ تمہارے پیارے اور ذوالقربیٰ ہیں۔اب سوچنا چاہئے کہ مراتب تین ہی ہیں۔اول انسان عدل کرتا ہے یعنی حق کے مقابل حق کی درخواست کرتا ہے۔پھر اگر اس سے بڑھے تو مرتبہ احسان ہے۔اور اگر اس سے بڑھے تو احسان کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور ایسی محبت سے لوگوں کی ہمدردی کرتا ہے جیسے ماں اپنے بچہ کی ہمدردی کرتی ہے۔یعنی ایک طبعی جوش سے نہ کہ احسان کے ارادہ سے''۔

(جنگ مقدس پرچہ 25/مئی 1893ء روحانی خزائن جلد6 صفحہ123-127 مطبوعہ لندن)

آپ فرماتے ہیں کہ:'' ایسی کامل کتاب کے بعد کس کتاب کا انتظار کریں جس نے سارا کام انسانی اصلاح کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پہلی کتابوں کی طرح صرف ایک قوم سے واسطہ نہیں رکھا بلکہ تمام قوموں کی اصلاح چاہی اور انسانی تربیت کے تمام مراتب بیان فرمائے۔وحشیوں کو انسانیت کے آداب سکھائے۔پھر انسانی صورت بنانے کے بعد اخلاق فاضلہ کا سبق دیا۔یہ قرآن نے ہی دنیا پر احسان کیا کہ طبعی حالتوں اور اخلاق فاضلہ میں فرق کر کے دکھلایا۔اور جب طبعی حالتوں سے نکال کر اخلاق فاضلہ کے محل عالی تک پہنچایا تو فقط اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اَور مرحلہ جو باقی تھا یعنی روحانی حالتوں کا مقام اس تک پہنچنے کیلئے پاک معرفت کے دروازے کھول دیئے''۔طبعی حالتوں سے اخلاقی حالتوں تک پہنچایا اور جب اخلاق فاضلہ تک پہنچ گئے تو پھر روحانی مقام عطا فرمایا۔بلند کرنے کیلئے طریقے سکھلائے۔

فرماتے ہیں:'' معرفت کے دروازے کھول دیئے اور نہ صرف کھول دیئے بلکہ لاکھوں انسانوں کو اس تک پہنچا بھی دیا۔پس اس طرح پر تینوں قسم کی تعلیم جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کمال خوبی سے بیان فرمائی۔پس چونکہ وہ تمام تعلیموں کا جن پر دینی تربیت کی ضرورتوں کا مدار ہے کامل طور پر جامع ہے اس لئے یہ دعویٰ اس نے کیا کہ میں نے دائرہ دینی تعلیم کو کمال تک پہنچایا۔جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:4) یعنی آج مَیں نے دین تمہارا کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور مَیں تمہارا دین اسلام ٹھہرا کر خوش ہوا۔یعنی دین کا انتہائی مرتبہ وہ امر ہے جو اسلام کے مفہوم میں پایا جاتا ہے یعنی یہ کہ محض خدا کے لئے ہو جانا اور اپنی نجات اپنے وجود کی قربانی سے چاہنا،نہ اور طریق سے اور اس نیت اور اس ارادہ کو عملی طور پر دکھلا دینا۔یہ وہ نقطہ ہے جس پر تمام کمالات ختم ہوتے ہیں''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔روحانی خزائن جلد 10 صفحہ367-368۔مطبوعہ لندن)

اور یہ وہ خوبصورت تعلیم ہے جو ہمیں قرآن کریم نے دی ہے۔پس یہ خوبصورت تعلیم جو ہے اس عظیم نبیؐ پر اتری اور اس نے ہم تک یہ پہنچائی۔جس کا نہ سابقہ شریعت کوئی مقابلہ کر سکتی ہیں نہ آئندہ کوئی کتاب بن سکتی ہے،نہ آ سکتی ہے،نہ آئے گی۔اللہ تعالیٰ اس کتاب کی تعلیم کو سمجھنے اور اپنی زندگیوں پر لاگو کرنے اور پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

خلافت احمدیہ کی دوسری صدی کے استقبال کی تیاریاں

(تسبیح وتحمید اور درود کا ورد کرتے ہوئے)

(خالد سیف الله خان۔ آسٹریلیا)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ احباب جماعت بعض دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے خلافت احمدیہ کی دوسری صدی میں داخل ہوں تا یہ آنے والی صدی اور اُس کے بعد کا سارا زمانہ جماعت کے لئے خیر وبرکت لے کر آئے۔

؎ ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے خطابات /خطبات میں ان دعاؤں کی پُر معارف تشریحات بیان کرتے ہوئے سمجھ کر ان دعاؤں کے کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔حضور کے یہ ارشادات الفضل انٹرنیشنل میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔احباب کی یاد دہانی کے لئے اور ثواب کی خاطر ان دعاؤں سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کے ارشادات کی روشنی میں چند امور ہدیۂ قارئین ہیں۔

ان دعاؤں میں روزانہ 33 بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً سکھائی گئی دعا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ شامل ہے۔اس دعا کے مطالب تو بے شمار ہیں صرف چند ایک کا مختصر تذکرہ مناسب ہوگا تا ان کو ذہن میں رکھ کر خود اپنے لئے اور جماعت کے لئے دعا کی جائے۔

سُبْحَانَ کا لفظ سَبَحَ کا مصدر ہے جس کے معنے دل سے پاک یقین کرنا اور زبان سے پاکیزگی بیان کرنا ہیں اور جیسے بعض علماء نے لکھا ہے سُبْحَانَ اللّٰہ کے معنی ہیں اَللّٰھُمَّ اُسَبِّحُکَ سُبْحَانًا کہ اے اللہ مَیں تجھے ہر کمزوری اور نقص سے پاک یقین کرتا ہوں۔تُو پاک ہے کہ تیرا کوئی شرعی حکم یا قضاء وقدر کا فیصلہ آخرت میں بغیر حکمت کے ہو۔تُو ظلم اور بے مقصد پیدا کرنے سے پاک ہے۔تُو پاک ہے کہ تیری قدرت، علم، فضل، رحم یا کسی اور صفت کی کوئی حد یا انتہا ہو۔

لغت کے مطابق سُبْحَانَ کا لفظ سَبَحَ سے ہے جس کے معنے ہوا یا پانی میں تیزی سے گزر جانے کے ہیں۔آسمانی کرّوں کے اپنے اپنے دائروں میں تیزی سے چلنے کے لئے بھی یَسْبَحُوْن کا لفظ آیا ہے۔گھوڑے کی تیز رفتاری پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔فرشتے جو پوری مستعدی سے جلدی جلدی اپنے مفوضہ کاموں کو سرانجام دیتے ہیں ان کا ذکر بھی وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا کے الفاظ میں آیا ہے۔یہی لفظ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دن کے وقت پوری مستعدی اور تیزی کے ساتھ اپنے کاموں میں مشغول رہنے کے لئے استعمال ہوا جیسے فرمایا اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا۔قرآن میں ہے ساتوں آسمان، زمین اور جواُن میں ہے ان میں سے ایک بھی خدا کی تسبیح وتحمید کرنے سے باہر نہیں۔فرمایا لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔اس کا مطلب ہے کہ ہمارے جسموں کا ذرّہ ذرّہ اور ہر عضو، ہماری روحیں اور کائنات کا ذرّہ ذرّہ سُبْحَانَ اللّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہ پکار کر کہہ رہا ہے کہ دیکھو ہمارا پیدا کرنے والا کیسا علیم وقدیر اور حکیم ہے۔کہیں کوئی فتور نظر نہیں آتا۔اُس نے ہر چیز کو خوب خلقت عطا کی ہے اور ہر چیز اس کے حکم کے تابع پوری مستعدی اور تیزی سے اطاعت میں لگی ہوئی ہے۔اس کے قوانین کے دائرہ سے ایک ذرّہ بھی باہر نہیں۔لہذا آسمان وزمین میں رہنے والا ہر وجود اپنی خوشی سے یا مجبوری سے اس کے قوانین، تقدیر اور احکام کا پابند ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کے معنے ہیں کہ اللہ نہ صرف تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے بلکہ ہر نعمت، فضل، خوبی، حُسن واحسان عطا کرنے کی وجہ سے حقیقی تعریف کا بھی صرف تُو ہی حقدار ہے۔سُبْحَانَ اللّٰہِ وہ خدا جو پاکیزگی کا اصل سرچشمہ ہے اس نے زمین وآسمان کو اور ہمارے جسموں اور روحوں کو خرابیوں سے پاک کرنے کا کیا نظام قائم فرمایا ہے۔ہم اپنے سانسوں، پیشاب، پاخانہ کے ذریعہ زمین کو گندہ کرتے رہتے ہیں جس کو پاک صاف کرنے کے لئے خدا نے کیسا عظیم کارخانہ قائم کر دیا ہے۔ہم پانی گندہ کرتے ہیں تو اُس نے پانی کو صاف کرنے کے لئے ایک کارخانہ قائم کر رکھا ہے۔جیسے جیسے انسان کی ضروریات بڑھتی جاتی ہیں زمین ضرورت کے مطابق ایک اندازہ سے نئے نئے خزانے اگلتی چلی جاتی ہے۔ آسمان بھی ہم نالائقوں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔زمین سے جو کارآمد چیزیں آسمان کو چڑھتی ہیں وہ بعد اصلاح واپس زمین کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں اور نقصان دہ اوپر ٹھہر جاتی ہیں۔ ہر آسمان کو اس کا کام وحی کر دیا گیا ہے۔ انسانی جسم میں بھی تسبیح وتحمید کا کام مسلسل جاری رہتا ہے۔ گندی اور مضر چیز جسم باہر پھینک دیتا ہے اور صحت قائم رکھنے کے لئے ضروری اجزاء لوٹا دئے جاتے ہیں۔انسانی جسم ایک بہت عظیم فیکٹری کی طرح ہے جس میں بے شمار مشینیں باہمی تعاون سے کام کرتے ہیں۔ انسان کے ذرّہ ذرّہ اور تمام اعضاء کے اندر مسلسل صفائی ہو رہی ہے اور زندہ رکھنے کے لئے ضروری طاقتیں بھی بہم پہنچائی جا رہی ہیں۔ایسا ہی نظام پاک کرنے اور طاقت مہیا کرنے کا انسانی روح کے لئے بھی مقرر کیا گیا ہے۔ استغفار، توبہ اور نیک اعمال کے ذریعہ روحانی گندوں کو پاک کرنے اور قوت بہم پہنچانے کا نظام جاری ہے۔سُبْحَانَ اللّٰہ سے جسم وروح دونوں کی تطہیر ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ جسمانی، اخلاقی، روحانی بیماریاں سبھی دور ہوتی ہیں۔تسبیح وتحمید سے جسمانی امراض سے نجات پا کر حالت صحت کی طرف لوٹتا ہے۔اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک شدید بیماری کے موقع پر یہ دعا سکھائی گئی تھی۔

تسبیح وتحمید سے اخلاقی وروحانی اصلاح بھی ہوتی ہے اور روح کے گناہوں کا مقابلہ کرنے کی قوت بھی ملتی ہے۔ فرشتے بھی ان کاموں کے کرنے کے لئے جو ان کے سپرد کئے گئے ہیں خدا سے تسبیح وتحمید کے ذریعہ قوت حاصل کرتے ہیں وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ (البقرۃ:31) کہ فرشتوں نے خدا کے حضور یہی عرض کیا تھا کہ اے خدا ہم دل سے تجھے ہر نقص سے منزّہ اور ہر خوبی سے متصف یقین کرتے ہیں اور تیرے ہر کام میں حکمت کے معترف ہیں اور ہم مستعدی اور تیزی کے ساتھ تیری عبادت اور تیری خدمت میں ہمہ وقت حاضر ہیں۔پس تسبیح وتقدیس کرنے سے خدا ہر قسم کی کمزوری کو طاقت سے بدل دیتا ہے۔ تسبیح وتحمید دکھوں اور ابتلاؤں کا بھی علاج ہے۔حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں سے پکارا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الأنبیاء:88) یعنی اے خدا تیرے سوا میرا کوئی معبود، مطلوب ومقصود نہیں۔تُو ہر نقص سے پاک ہے اور تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔تُو نے مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا خود مَیں ہی ظالموں میں سے تھا۔مَیں خود ہی اپنی اس تکلیف کا ذمہ دار ہوں۔تیرا کوئی قصور نہیں۔چونکہ تسبیح اخلاص ووفا کو ظاہر کرتی ہے خدا جو سب وفاداروں سے بڑھ کر وفادار ہے وہ اپنے ایسے بندے کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑتا۔چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اُسے غم سے نجات دی۔ہمارا یہی طریق ہے۔اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔نیز فرمایا کہ اگر یونس تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی پڑا رہتا یعنی مچھلی کا پیٹ ہی اس کی قبر ہوتی۔(الأنبیاء 85-89۔ الصّٰفّٰت143-145)

پس اللہ تسبیح کرنے والوں کو ان کی جسمانی، اخلاقی و روحانی کمزوریوں سے نجات دیتا ہے۔ ان کے دکھ اور پریشانیاں دور فرماتا ہے۔ان کے گناہوں کی تختی صاف کرتا ہے اور تحمید کرنے والوں کے نفوس کو پاکیزگی، تقویٰ، جسمانی، اخلاقی، روحانی قوت اور قابل تعریف خوبیوں سے بھر دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے متعلق کہ رات کو سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھ کر سوئے ایک نکتہ لکھا ہے۔ وہ یہ کہ جیسا کسی کو تحفہ وہدیہ دیں ویسا ہی انعام ملتا ہے۔ جناب الٰہی میں جو تسبیح وتحمید کا تحفہ پیش کیا جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس شخص کو جس نے ہدیہ پیش کیا گناہوں سے پاک کر دے گا اور پسندیدہ افعال سے محمود بنائے گا“۔

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 471)

پس جو شخص خدا کو کمزوریوں اور عیوب سے پاک یقین کرے گا۔خدا اس کو کمزوریوں اور عیوب سے پاک کرے گا۔تسبیح کے ذریعہ بندہ خدا کے حضور اپنے صبر ورضا کا اظہار کرتا ہے اور تحمید کے ذریعہ اپنی ہر اچھی چیز کو خدا ہی کا فضل قرار دیتا ہے۔یوں وہ صَبَّارًا شَکُوْرًا بن جاتا ہے۔جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ (الشعراء: 81) اور جب مَیں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔خدا کے اُس باوفا دوست نے بیماری کو تو اپنی طرف منسوب کیا اور شفا کو اپنے اور سارے جہان کے پروردگار کی طرف۔الغرض تسبیح پاک کرنے کا عمل ہے اور تحمید خوبیاں حاصل کرنے کا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک خوبصورت مثال سے اس کو واضح فرمایا ہے۔خطبہ جمعہ فرمودہ 26/اکتوبر 2001ء (الفضل ربوہ 29/جنوری 2002ء) میں آپؒ نے فرمایا:

”سورۃ الرعد کی آیت 14 میں ہے: اور بجلی کی گھن گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔اب یہاں بھی بجلی کی گھن گرج تسبیح کرتی ہے مگر حمد کے ساتھ۔ یہاں حمد سے کیا مراد ہے؟ اس لئے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو سب سے پہلے تو پاک کرنے والی ہے چیزوں کو۔وہ بیہودہ جراثیم ہر قسم کے گند کو جلا دیتی ہے۔پھر حمد اس میں یہ ہے کہ اسی بجلی کے ذریعہ سے سمندر کا پانی نتھر کے آسمان پر بلند ہوتا ہے اور پھر وہ صاف ستھری بارش بن کر برستا ہے تو یہ صرف تسبیح ہی نہیں بلکہ ساتھ حمد بھی ہے“۔

پھر اسی خطبہ میں فرمایا:”سورۃ الحجر کی ننانوے آیت: پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا۔اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔تو ہر جگہ صرف تسبیح نہیں بلکہ حمد بھی ساتھ بیان فرمائی گئی ہے۔یہ خالی تسبیح اکیلے کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہم اللہ کو برائیوں سے پاک سمجھتے ہیں اور ہم خود بھی برائیوں سے پاک ہونا چاہتے ہیں۔اور وہ (اللہ تعالیٰ) محض برائیوں سے پاک ہی نہیں بلکہ اللہ حَمْد سے مَمْلُو ہے۔اس لئے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اپنے نفس کو پاک اور صاف اور حمد سے بھرا ہوا بنانا چاہتے ہیں“۔

انسان کی تسبیح وتحمید کا عملی پہلو یہ ہے کہ جس طرح خدا کی تمام مخلوقات بلا چون وچرا اپنے مفوضہ فرائض سرانجام دے رہی ہیں اور اپنے آپ کو خدا کی اطاعت میں لگا رکھا ہے۔اسی طرح انسان بھی خدا کی بندگی اور اطاعت میں اپنی زندگی گزارے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہر ایک چیز اُس کی اطاعت کر رہی ہے۔ایک پتّہ بھی بجز اس کے امر کے گر نہیں سکتا اور بجز اس کے حکم کے نہ کوئی دوا شفا دے سکتی ہے اور نہ کوئی غذا موافق ہو سکتی ہے۔ اور ہر ایک چیز غایت درجہ کے تذلّل اور عبودیت سے خدا کے آستانہ پر گری ہے اور اس کی فرمانبرداری میں مستغرق ہے۔ پہاڑوں اور زمین کا ذرّہ ذرّہ اور دریاؤں اور سمندروں کا قطرہ قطرہ اور درختوں اور بوٹیوں کا پات پات اور ہر ایک جُز ان کا اور انسان اور حیوانات کے کل ذرّات خدا کو پہچانتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی تحمید وتقدیس میں مشغول ہیں۔اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (الجمعۃ:2) یعنی جیسے آسمان پر ہر یک چیز خدا کی تسبیح وتقدیس کر رہی ہے ویسے زمین پر بھی ہر ایک چیز اس کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے ......زمین کی چیزوں میں سے کوئی چیز تو شریعت کے احکام کی اطاعت کر رہی ہے اور کوئی چیز قضا وقدر کے احکام کے تابع ہے اور کوئی دونوں کی اطاعت پر کمر بستہ ہے“۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 33)

اس الہامی دعا کے پہلے حصہ میں تسبیح وتحمید ہے اور دوسرے حصہ میں درود شریف اور یہ دونوں دعائیں غیر معمولی طور پر مقبول ہیں کیونکہ قرآن کریم میں ان کے کرنے کا تاکیدًا ذکر آتا ہے۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کے معنے مفردات امام راغبؒ کے مطابق حسب ذیل ہیں:

صَلَّیْتُ عَلَیْہِ کے معنے ہیں: مَیں نے اسے دعا دی۔ نشوونما اور ترقی دی۔ان معنوں کے لحاظ سے صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کا مطلب ہوگا اے اللہ محمدؐ اور آپؐ کے متبعین پر فضل فرما۔ان کے مقاماتِ قرب میں ترقی دے۔ ان کے کاموں اور مشن کو ہر آن بڑھاتا چلا جا۔ان کو ہر خیر وبرکت حاصل ہو۔

دوسرے معنے صلوۃ (درود) کے صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ کے مطابق خدا کی رحمت کے ہیں۔یعنی اے اللہ! محمدؐ اور آپؐ کی آل پر رحمت بھیج یعنی ان کو اپنا فضل اور رحم ہمیشہ عطا فرماتا رہ۔

تیسرے معنے صلوۃ کے وہ ہیں جن معنوں میں فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔یعنی خدا سے آپ کے لئے رحمت اور حفاظت مانگتے ہیں۔مطلب ہوگا اے اللہ محمدؐ اور آپ کی آل پر ہر آن اپنی رحمت نازل فرما اور ان کو اپنی

حفاظت میں رکھ۔فرشتے جب مومنوں کے لئے استغفار کرتے ہیں تو خدا سے ان کے لئے بشری کمزوریوں سے،گزشتہ گناہوں اورکوتاہیوں کے بدنتائج سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے ہیں۔

چوتھے معنے صَلِّ کے آگ سے دورکرنے کے ہوتے ہیں ۔دنیا وآخرت کا انجام یہی ہے کہ ایک طرف خدا کی نافرمانی ،ناراضگی ، دُکھوں، پریشانیوں اور گھبراہٹ کی آگ ہےتو دوسری انتہا پر خدا کی رضا،خوشیوں اورمقاماتِ قرب میں ہرآ ن ترقی کرنے کی جنت ہے جس کی کوئی حد نہیں۔جیسے جیسے انسان خدا کی رضا کی جنتوں کی طرف بڑھے گا اُتنا ہی خدا کی ناراضگی کی آگ سے دور ہوتا جائے گا۔ اس لئے درود شریف آنحضرت ﷺ اور مومنوں کی مغفرت اور مقاماتِ قرب میں آگے سے آگے بڑھنے کی دعاہے۔ چونکہ یہ دعا حمید و مجید خدا سے کی جاتی ہے جو ہر تعریف اور بزرگی کا مالک اور مُعطی ہے جس طرح رحمٰن ورحیم خدا سے رحمت مانگتے ہیں شافی خدا سے شفااور قادر خدا سے قدرت وطاقت مانگتے ہیں اسی طرح حمید و مجید صفات کے مالک خدا سے حمداور مجد ہر قابل تعریف چیز اور کرم وشرف ،عزت مانگی جاتی ہے۔اُس خدا سے جو عظیم ہے اور جس کی عظمت نے مخلوقات کے ذرّہ ذرّہ کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

پس تسبیح وتحمید کے ساتھ درود شریف ملانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اے خداتُو اپنی صفات وافعال میں تمام نقائص اورعیوب سے منزّہ ہے اوراپنے بندوں کو بھی ان کے گناہوں،کمزوریوں ،بیماریوں،دکھوں اور پریشانیوں سے پاک کرنے والا ہے۔تُو محمد اوران کی آل پر رحمت کی نظرکراوران کی ہر قسم کی کمزوریوں کودور کر۔نیز اے خداجو اپنی ذات میں کامل صفات کا مالک ہےاور تمام خوبیوں کا منبع اور سرچشمہ ہےتُو اپنے فضل سے محمدؐاوران کے غلاموں پرفضل فرما۔انہیں ہر قسم کی خوبیاں عطا کر۔ان کے مقامات قرب میں ہرآن ترقی دے اور اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران کر۔ ان کو ہر آن جہنم سے دور سے دور تر کرتا چلاجا اوراپنی رضا کی جنت سے قریب سے قریب تر کرتا چلا جا اوران پر تیری رحمت کا نزول دنیا و آخرت میں ہمیشہ جاری رہے۔

موقع ومحل کی مناسبت سے اس دعا کا کوئی ایک مفہوم دعا کے وقت ذہن میں لایا جا سکتاہے۔مثلاً اپنی اصلاح ، گناہوں اور کمزوریوں سے چھٹکارا پانے کے لئے ۔ بیماری سے شفایابی کے لئے ۔دوسرے دکھ درداور پریشانی دور ہونے کے لئے وغیرہ وغیرہ۔

خلافت کی دوسری صدی کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کرتے وقت اسی طرح کا مفہوم ذہن میں رکھا جا سکتا ہے کہ اے خداتُو تمام کمزوریوں سے پاک ہےاوراپنے بندوں کو کمزوریوں سے پاک کرنے والا ہے ۔ خلافت کی دوسری صدی میں محمد ﷺ کا جلال و جمال دنیا میں خوب چمکے اوران کے پیروکاروں کی کمزوریاں دور ہوں۔خلافت اور جماعت کی تمام اندھیروں سے حفاظت فرمانا،کوئی کمزوری کبھی ان میں راہ نہ پائے ۔ بلکہ اے خدا چونکہ تُو تمام صفات حسنہ کاملہ کا مالک ہےاوراپنے بندوں کوخوبیاں عطا کرنے والا ہےتُو ایسا کر کہ دوسری صدی اوراس کے بعد ہمیشہ ان پر تیرے فضلوں کی بارش برستی رہے۔وہ مادی ،اخلاقی اور روحانی ترقیات ہمیشہ حاصل کرتے رہیں۔اے اللہ امت محمدیہ کے سب اندھیروں کودور کرکے انہیں روشنی میں لے آ۔ان کووہ روحانی بصیرت عطا کر کہ وہ امام وقت کو پہچان کرتیری رضا حاصل کرنے والے ہوں ۔اے خدا جماعتِ احمدیہ ہمیشہ دنیا میں تقویٰ ،عبادات، اخلاق اور باہمی خوف ومحبت کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کرنے والے ہیں جو غیروں کو اسی طرح مرکز احمدیت یعنی خلافتِ احمدیہ کی طرف کھینچنے کا موجب بنے جس طرح اندھیری رات میں شمع کے گرد پروانے دیوانہ وار جمع ہوا کرتے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔اے اللہ محمدؐاورآپ کی آل کا اقبال ہمیشہ بلندرہے۔آمین

نماز جنازہ حاضر

سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 12رجنوری2008ء بوقت10:15بجے صبح مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم ڈاکٹر ادریس بیگ صاحب (ابن مکرم ڈاکٹر مرزااسحاق بیگ صاحب آف بلیک برن)** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

آپ9جنوری کوطویل علالت کے بعد67 سال کی عمرمیں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔آپ کو جماعتی خدمات کا بے حد شوق تھا اور لمبا عرصہ جماعت بلیک برن کے صدر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔مرحوم موصی تھے۔پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اورایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ان کی میت پاکستان لے جائی جارہی ہے جہاں بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوگی۔

نماز جنازہ غائب:

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(1)مکرم ڈاکٹر منظور احمد صاحب(ابن مکرم نظام الدین قریشی صاحب۔آف بازید خیل پشاور)

آپ19دسمبر2007ء کو78سال کی عمر میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔مرحوم نیک، مخلص،خوش اخلاق،ملنسار،دعا گواور جماعتی خدمات کا والہانہ شوق رکھنے والے فدائی احمدی تھے۔لمبا عرصہ اپنی جماعت بازید خیل ضلع پشاور کے صدر رہے۔مخالفین نے 1974ء اور1984ء میں دو دفعہ آپ پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔مرحوم موصی تھے ۔بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ2 بیٹیاں اور8 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔مرحوم مکرم محمود خان صاحب (کارکن حفاظت خاص لندن)کے والد تھے۔

(2)مکرم ڈاکٹر عبد الصمد صاحب(پرنسپل ڈینٹل سرجن)۔

آپ18اگست2007ء کو66سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہونے سے گوجرانوالہ میں وفات پاگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آپ مکرم چوہدری عزیز اللہ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم کے بیٹے،مکرم چوہدری عبدالقدوس صاحب مرحوم سابق مینجر بشیر آباد سٹیٹ کے بھائی اور مکرم چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب بیرسٹر مرحوم وکیل القانون تحریک جدید کے داماد تھے۔مرحوم کم گو،شریف النفس،نہایت سادہ اور رحم دل انسان تھے۔آپ اپنے خاندان میں بہت ہی مہمان نواز مشہور تھے۔بڑے مخلص،فدائی اورنیک وجود تھے۔پسماندگان میں دو بیٹیاں اوردو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(3)مکرم عیسیٰ جان خان صاحب۔کینیڈا

آپ10نومبر2007ء کوکینیڈا میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آپ نے1941ء میں احمدیت قبول کی۔بہت ہی فدائی اور مخلص احمدی تھے۔قرآن کریم اور بائبل کے عالم تھے۔خلافت احمدیہ کے ایسے فدائی تھے کہ خلفاء کا ذکر آتے ہی آپ کی آنکھیں اشکبار ہوجایا کرتی تھیں۔ آپ کامیاب داعی الی اللہ تھے ۔ساری زندگی علمی، تبلیغی اورتربیتی کاموں میں صرف ہوئی۔آپ نہایت مخلص،وفا شعار،مہمان نواز،خلیق اور ملنسار انسان تھے۔صوم وصلوٰۃ کے پابنداور مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔پرانے موصی تھے ۔1992ء میں آپ نے اپنی وصیت 1/8 کردی اور پھر 1995ء سے 1/4 تک بڑھا دی۔آپ نے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں ۔ان کے سارے بچوں کا جماعت کے ساتھ مخلصانہ تعلق ہے۔

(4)مکرمہ نسیمہ رحمان دہلوی صاحبہ(اہلیہ مکرم عبدالرحمان دہلوی صاحب۔کینیڈا)

آپ24رنومبر2007ء کوطویل علالت کے بعدکینیڈا میں وفات پاگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔بچپن میں والدین کی مخالفت کے باوجود اکیلے لمبا سفر کرکے قادیان پہنچیں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سلور جوبلی کے موقعہ پر1939ء کے جلسہ سالانہ پر16سال کی عمر میں بیعت کی سعادت پائی اور خاندانی مخالفت کے باوجود آخر دم تک احمدیت پرثابت قدم رہیں۔

(5)مکرمہ سارہ بیگم صاحبہ(اہلیہ مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب آف چھور چک117 سانگلہ ہل)

آپ25نومبر2007ءکو مختصر علالت کے بعد بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔مرحومہ موصیہ تھیں۔محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد (مورخ احمدیت) کی خوشدامنہ اورمحترم چوہدری محمد علی صاحب(وکیل التصنیف ربوہ) کی سمدھن تھیں۔پسماندگان میں میاں کے علاوہ 4بیٹیاں اور 4بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(6) مکرم محمد اقبال بھٹی صاحب(ابن مکرم فقیر محمد بھٹی صاحب۔آف سیالکوٹ)

امسال2007ء کے جلسہ پر قادیان گئے تھے جہاں جلسہ سے ایک دن قبل جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ہارٹ اٹیک سے وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔مرحوم نے1992ءمیں بیعت کی سعادت حاصل کی ۔آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ آپ کا جماعت کے ساتھ اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔پانچ وقت کے نمازی اورنہایت نیک انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے ۔پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اورایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

(7)مکرم ملک اسلام باری صاحب(آف لاہور)

آپ25دسمبر2007ءکولاہور میں وفات پاگئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آپ حضرت غلام محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش قادیان کے چچازاد بھائی تھے۔1974ء کے فسادات میں مرحوم ساہیوال میں مقیم تھے جہاں ان کی جائیداد اور کاروبار کو بہت نقصان پہنچایا گیا۔مگر آپ ان تمام مشکل حالات کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشاد پر بڑی استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ وہیں مقیم رہے۔ وفات سے چند سال قبل آپ لاہور آگئے تھے۔مرحوم موصی تھے۔تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

(8)مکرم کرنل ریٹائرڈ شیخ محمد شریف صاحب (آف کراچی)

آپ3جون2007ء کو 84 سال کی عمر میں وفات پاگئے ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آپ ہمیشہ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اورایک پرجوش داعی الی اللہ تھے۔آپ نے جماعت کے مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی اور جہاں بھی رہے ہمیشہ جماعت سے مضبوط تعلق رکھا۔

(9)مکرم شیخ راشد احمد صاحب(سابق کارکن وکالت مال تحریک جدید۔ربوہ)

آپ28دسمبر2007ء کو94سال کی عمر میں کینیڈا میں وفات پاگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم نے1936ء میں بیعت کی اوراحمدیت قبول کرنے کی وجہ سے خاندان نے آپ کو جائیداد سے محروم کردیا۔1945ء میں زندگی وقف کرکے وکالت مال تحریک جدید ربوہ میں خدمات سرانجام دیتے رہے اورریٹائر منٹ کے بعد کینیڈا چلے گئے۔مرحوم موصی تھے۔نہایت مخلص، وفاشعار، غریبوں کے ہمدرد اور خلافت سے بے انتہا محبت رکھنے والے نیک انسان تھے۔

(10)مکرم نعیم احمد صاحب(آف لاہور)

آپ 26دسمبر2007ء کو لاہور میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آپ حضرت شیخ محمد حسین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔صوم وصلوٰۃ کے پابنداور مالی تحریکات میں باقاعدہ اور بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے نیک انسان تھے اور1/5 حصے کے موصی تھے۔پسماندگان میں بیگم کے علاوہ ایک بیٹا ہے۔

(11)مکرم مونس احمد صاحب(ابن مکرم ارشد محمود غالب صاحب آف لاہور)

آپ9اگست2007ء کو بوجہ کینسر لاہور میں وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔مرحوم نے اپنی مجلس میں اطفال الاحمدیہ کی سطح پر صنعت وتجارت اوروقارعمل کے شعبوں میں خدمت کی توفیق پائی۔اطاعت کا جذبہ نمایاں تھا۔نہایت نیک،شریف طبع،نمازوں کے پابنداور بہت اچھے اخلاق کے حامل نوجوان تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے ان کے درجات کو بلندتر فرمائے اورلواحقین کا ان کے بعدخودنگہبان ہو۔آمین۔

مجلس خدام الاحمدیہ گیمبیا کے
چوبیسویں سالانہ اجتماع کا بابرکت انعقاد

(سید سعید الحسن نائب امیر و مبلغ انچارج دی گیمبیا)

اللہ کے فضل و کرم سے مجلس خدام الاحمدیہ گیمبیا کا چوبیسواں سالانہ نیشنل اجتماع مورخہ 28/دسمبر تا 30/دسمبر 2007ء کو طاہر احمدیہ سینئر سیکنڈری سکول مانسا کونکو میں بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ دور دراز کی مجالس کے خدام ایک دو روز پہلے پہنچنا شروع ہو گئے۔ چونکہ آئندہ سال خلافت کا سال ہے اس لئے زیادہ تر عناوین خلافت کے متعلق رکھے گئے تھے۔ خطبہ جمعہ میں خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت سے تربیت کے کچھ پہلو بیان کئے۔ بالخصوص جمعہ کی اہمیت، اور شعائر اللہ کی عزت کے متعلق آپ کی سیرت سے بعض واقعات بتائے۔ جمعہ کی ادائیگی کے بعد اجتماع کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ گیمبیا کی زیر صدارت پہلا اجلاس ہوا جس میں سیرت النبی ﷺ اور پھر خلافت کے مختلف پہلو بیان کئے گئے۔ رات کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ کی کچھ جھلکیاں دکھائی گئیں۔ دوسرے دن کے پہلے دن کے اجلاس میں گورنر صاحب تشریف لائے۔ اپنے خطاب میں انہوں نے پہلے تو افتتاحی اجلاس میں شامل نہ ہونے پر معذرت کی اور بتایا کہ بعض مجبوریوں کے باعث وہ اس قابل نہ تھے کہ پہلے اجلاس میں شامل ہو سکیں، لیکن ان کی شدید خواہش تھی کہ اجتماع میں لازمی شامل ہونا ہے اس لئے اس وقت وہ جماعت کے نوجوانوں کے پروگرام میں شامل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب بھی گیمبیا میں ملکی ترقی کا ذکر آئے گا جماعت احمدیہ کے بغیر یہ نامکمل ہوگا کیونکہ جماعت اور گیمبیا پہلو بہ پہلو ہیں۔ انہوں نے اپنی یادداشت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ 1970ء میں یہ حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ ہی تھے جنہوں نے گیمبیا کی حالت دیکھتے ہوئے یہاں ہسپتال اور سکول کھولنے کا اعلان کیا اور یوں گیمبیا کی ترقی کا آغاز ہوا۔ اور آج یہ حال ہے کہ ہر محکمہ میں اور ہر جگہ ناصر سیکنڈری سکول یا طاہر سکول یا نصرت سیکنڈری کے فارغ التحصیل ہی ملک کو سنبھال رہے ہیں۔ خود گورنر صاحب نے اپنا ذکر کیا کہ وہ خود نصرت سکول کے فارغ التحصیل ہیں اور اس بات پر انہیں فخر ہے۔ گورنر نے آنے والے سب مہمانوں کو خوش آمدید کہا کہ وہ اپنے علاقے میں منعقد ہونے والے اس اجتماع کے انعقاد پر بڑے خوش ہیں۔ اجتماع میں شامل ہونے والوں کو نصیحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہاں سے کچھ سیکھ کر جائیں اور پھر اس پر عمل بھی کریں۔ اپنی تقریر کے بعد انہوں درخواست کی کہ وہ تلاوت سننا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تلاوت اور قصیدہ سنا اور اپنی مصروفیت کے باوجود بیٹھے رہے پھر خاکسار کی مکمل تقریر سنی اور اس کے بعد اجازت لے کر چلے گئے۔

خاکسار نے اپنی تقریر جو خلافت اور خدام کی ذمہ داریوں پر تھی میں خدام کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ اگر خلافت سے مضبوط تعلق ہوگا تو ہم اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح خلافت کے ہر حکم پر لبیک کہنا اور حضور ایدہ اللہ کے مقرر کردہ نظام کے ساتھ وفاداری یہ وہ باتیں ہیں جن کے ذریعہ ہم جماعت کو ترقی دے سکتے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں بحیثیت خادم ادا کر سکتے ہیں۔ دوسرے مقررین نے بھی خلافت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ خدام الاحمدیہ کے پہلو بہ پہلو اطفال الاحمدیہ کے اجتماع کے علیحدہ پروگرام ہوتے رہے جس میں تربیتی پہلو بیان کئے گئے۔ اسی طرح ان کے علمی اور ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔ طاہر احمدیہ سکول میں روحانی جشن کا سا سماں تھا۔ صبح صبح "صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ" کا ورد، پھر چھوٹے چھوٹے بچوں کا وضو کرنا اور پھر اپنے مولیٰ کے حضور جھکنا۔

روحانی ماحول میں تین دن گزارنے کے بعد یہ اجتماع تقریب تقسیم انعامات اور دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اختتامی دعا مکرم امیر صاحب نے کروائی۔ امیر صاحب نے اختتامی خطاب میں خدام کو کہا کہ اللہ کے حضور جھک کر اور خلافت کے ساتھ وابستگی کے ذریعہ ہی ہم خلافت کی اگلی صدی میں پوری شان کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔

اجتماع میں مختلف علمی اور ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے جن میں خدام و اطفال نے خوب دلچسپی دکھائی۔ دوسرے روز رات کے سیشن میں مجلس سوال و جواب کا پروگرام بھی ہوا۔ اسی طرح تینوں دن تہجد با جماعت کا اہتمام ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ نمازوں کے بعد درس القرآن، درس الحدیث اور ملفوظات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

اجتماع کی ایک اور خاص بات نماز یاد کرنے اور ادا کرنے کا مقابلہ بھی تھا جس میں اطفال نے حصہ لیا۔ گنی بساؤ سے بھی ایک وفد جو 32 خدام واطفال پر مشتمل تھا اجتماع میں شامل ہوا۔ اجتماع کی حاضری پانچ صد سے زائد تھی۔ اجتماع میں کچھ انصار اور لجنہ ناصرات بھی شامل تھیں۔

اجتماع میں مقامی زبانوں کے علاوہ پرتگالی میں ٹرانسلیشن بھی کی گئی۔ اجتماع کی خبر کو نیشنل ریڈیو اور دیگر پرائیوٹ ریڈیو اسٹیشنوں نے بھی اپنے خبرنامہ کا حصہ بنایا۔ اسی طرح ملکی اخبارات نے بھی قدرے تفصیل کے ساتھ اسے شائع کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان تقریبات کو جماعت کی ترقی کا ذریعہ بنا دے۔ آمین

MOT
CLASS IV: £45
CLASS VII: £53
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

جماعت احمدیہ لائبیریا کے
ساتویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

مونسراڈو، کیپ ماؤنٹ، بومی اور بونگ کاؤنٹیز سے 400 افراد کی شرکت۔ ملکی اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں کوریج

(رپورٹ: منصور احمد ناصر ۔ افسر جلسہ سالانہ لائبیریا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ لائبیریا کو اپنا ساتواں جلسہ سالانہ مورخہ 28-29 دسمبر 2007ء بروز ہفتہ اتوار منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ یہ جلسہ شاہ تاج احمدیہ سکول کی گراؤنڈ میں منعقد ہوا جہاں ایک خصوصی جلسہ گاہ تیار کی گئی۔ کلاس رومز کو بطور رہائش استعمال کیا گیا جبکہ نمازوں اور کھانے کے لئے سکول کا ہال استعمال کیا گیا۔ مہمانوں کی آمد جمعرات کو ہی شروع ہو گئی تھی۔

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد جلسہ سالانہ کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا جس میں انہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک تحریرات کی روشنی میں جلسہ سالانہ کی غرض وغایت اور اس کی اہمیت بیان کی اور شرکائے جلسہ کو اس روحانی اجتماع کے تقدس کو قائم رکھنے کی تلقین کی۔

مکرم امیر صاحب کے خطاب کے بعد مکرم عبدالرحمٰن ماساکوئے صاحب، سیکرٹری تبلیغ نے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا روح پرور پیغام پڑھ کر سنایا جو حضور انور نے ازراہ شفقت خاص اس موقع پر بھجوایا تھا۔

حضور انور نے اپنے پیغام میں جلسہ سالانہ کی اہمیت کے بعد جماعت کو خلافت سے وفاداری اور پختہ تعلق قائم کرنے کی نصیحت فرمائی اور جوبلی کی دعاؤں پر زور دینے کی نصیحت فرمائی۔

اس کے بعد خاکسار منصور احمد ناصر نے آنحضور ﷺ کی بلند شان ختم نبوت کے موضوع پر تقریر کی اور بتایا کہ ختم نبوت کا اصل مفہوم جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے آنحضرت ﷺ کی شان کو بلند تر کرتا ہے جبکہ مخالفین کا بیان کردہ مفہوم آنحضور ﷺ کو اپنے اصل مقام سے گرا کر آپؐ کی ہتک اور گستاخی کا موجب بنتا ہے۔

اگلی تقریر مکرم موسیٰ برائما سیکرٹری تحریک جدید نے نظام وصیت کی اہمیت کے موضوع پر کی۔ تقاریر کے دوران وقفے وقفے سے فضا حاضرین کے پرجوش نعروں سے گونجتی رہی۔ غانین احمدیوں کے ایک گروپ نے مترنم آواز میں ترانے گا کر لوگوں کے جوش وخروش میں مزید اضافہ کر دیا۔

اس کے بعد مکرم جاوید اقبال لنگاہ صاحب ریجنل مبلغ بومی کاؤنٹی نے سیرت آنحضرت ﷺ پر نہایت دلنشین پیرائے میں تقریر کی۔ مہمان خصوصی کی تقریر کے بعد پہلے روز کا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

مغرب وعشاء کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد رات کا سیشن Mr.F.K.Faigah سیکرٹری تعلیم کی زیر صدارت شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اس کے انگریزی ترجمہ کے بعد مکرم مصطفیٰ کالومے معلم سانویے جماعت نے آنحضرت ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں مماثلت بہت مؤثر رنگ میں بیان کی۔ اس سیشن کی یہ واحد تقریر تھی۔ اس کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ مکرم جاوید اقبال لنگاہ صاحب اور مکرم حاجی اسماعیل کونے صاحب لوکل مبلغ کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی نے تمام سوالات کے جوابات دئے۔

اگلے روز کا آغاز نماز تہجد سے کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد درس حدیث ہوا جس کے بعد ناشتہ وغیرہ کا وقفہ تھا۔

جلسہ سالانہ کا اختتامی اجلاس صبح دس بجے تلاوت قرآن کریم اور اس کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ ہوا۔ جس کے بعد ایک طفل عزیزم جلیس اقبال نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام خوش الحانی سے پیش کیا۔

آج کی پہلی تقریر مکرم جاوید اقبال لنگاہ مبلغ سلسلہ کی تھی جس کا عنوان تھا ''کیا عیسیٰؑ ابھی تک زندہ ہیں؟''۔ انہوں نے قرآن کریم کی رو سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰؑ جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اپنے مشن کی تکمیل کے بعد وفات پا چکے ہیں۔ اور ان کی غیر طبعی زندگی کا عقیدہ بالکل من گھڑت اور بے بنیاد ہے۔

اس کے بعد مکرم ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب صدر مجلس انصار اللہ لائبیریا نے اپنی تقریر میں مجلس نصرت جہاں کا مختصر مگر جامع تعارف کروایا۔ جس کے بعد مختلف کاؤنٹیز کے نمائندوں کو اپنے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا۔ جس کے بعد اس اختتامی اجلاس کے مہمان خصوصی وزیر اطلاعات Hon.Lawrence Bropleh کی آمد پر غانین احمدیوں کے ایک گروپ نے ایک بار پھر فضا کو اپنے مترنم ترانوں کی گونج سے مسحور کر دیا۔

مکرم عبدالرحمٰن ماساکوئے صاحب نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام ایک مرتبہ پھر پڑھ کر سنایا۔

اس کے بعد مکرم عبدالرحمٰن ماساکوئے صاحب نے "Peace & Religious Tolerance- The true Islamic Concept of Jihad" کے موضوع پر تقریر کی۔

مہمان خصوصی نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کی امن وسلامتی کی تعلیم کو خوب سراہا اور کہا کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مَیں ایک راسخ العقیدہ عیسائی ہوں، آپ نے مجھے اپنے جلسہ سالانہ میں مدعو کر کے مذہبی رواداری کا عملی ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت لائبیریا کو عیدین کے مواقع پر عام تعطیل کا اعلان کرنا چاہئے۔ ان کے اس بیان پر میڈیا میں عیسائیوں کی طرف سے بہت شور مچایا گیا مگر وہ اپنے بیان پر ڈٹے رہے۔

آخر میں مکرم امیر صاحب نے مہمان خصوصی کو قرآن کریم کا ایک نسخہ تحفہ کے طور پر پیش کیا جسے انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ بعد ازاں انہیں جماعتی کتب کی نمائش بھی دکھائی گئی۔

جلسہ کا اختتام مکرم امیر صاحب کے خطاب سے ہوا جس میں مذہبی رواداری کے متعلق اسلامی تعلیم پیش کی۔

ملکی اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن نے اس جلسہ کی خبریں نمایاں طور پر شائع کیں۔ دیگر ٹی وی سٹیشنوں نے بھی اس خبر کو بار بار نشر کیا۔ اور اس حوالہ سے جماعت کا تعارف خوب پھیلا۔ الحمدللہ

جلسہ کی حاضری چار صد رہی۔ تمام ملک سے احباب جماعت جوش وخروش سے شامل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس جلسہ کو بہت ہی بابرکت کرے اور جماعت لائبیریا کو محض اپنے فضلوں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-
http://www.alislam.org/alfazal/d/

نیوزی لینڈ

نیوزی لینڈ کی وجہ تسمیہ اس کا صوبہ زی لینڈ ہے جس کے معنی ہیں: ''سفید بادلوں کا وطن''۔ یہ ملک بحرالکاہل میں دو بڑے جزیروں پر مشتمل ہے جن کا پھیلاؤ 1600 کلومیٹر تک ہے۔ شمالی جزیرہ ایک لاکھ 14 ہزار 592 مربع کلومیٹر اور جنوبی جزیرہ ایک لاکھ 52 ہزار 719 مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ شمالی جزیرہ کے وسط میں ایک بڑا آتش فشاں پہاڑ ہے جبکہ جنوبی جزیرہ میں گلیشیئر اور 15 پہاڑی چوٹیاں ہیں جن کی بلندی دس ہزار فٹ تک ہے۔ کچھ چھوٹے جزیرے بھی نیوزی لینڈ میں شامل ہیں۔ نیوزی لینڈ کی آبادی 4.1 ملین ہے۔ یہاں کے قدیم مقامی باشندوں کو Maori کہا جاتا ہے جن کی شرح 14.7 فیصد ہے۔ دارالحکومت ولنگٹن ہے۔ قومی فضائی کمپنی 'ایئرنیوزی لینڈ' ہے۔ ملک میں 36 ہوائی اڈے اور چار بڑی بندرگاہیں ہیں۔

نیوزی لینڈ کے جزائر تک پہنچنے والا پہلا یورپی باشندہ ایک ولندیزی ملاح ایبل جانسزون تسمان تھا۔ 13 دسمبر 1642ء کو وہ نیوزی لینڈ (ویسٹ لینڈ) کے ساحل پر پہنچا لیکن اسے قدیم باشندوں Maori نے جزیرے پر اترنے کی اجازت نہ دی۔ یہ ماؤری باشندے 850ء سے 14 ویں صدی عیسوی کے دوران پولی نیشا سے ہجرت کرکے یہاں آئے تھے۔ ان لوگوں کا پیشہ ماہی گیری یا شکار کرنا تھا۔

پھر برطانوی بحریہ کا کپتان جیمز کک 1770ء میں یہاں پہنچا۔ وہ 1773ء میں دوسری اور 1777ء میں تیسری بار یہاں آیا۔ اُس نے جزیرہ پر برطانیہ کی ملکیت کا دعویٰ کیا۔ اس وقت نیوزی لینڈ کی آبادی صرف سوا لاکھ تھی۔ بعد میں فرانسیسی اور پرتگالی مہم جوؤں کی یلغار شروع ہوگئی۔ 1814ء میں برطانوی مشنریوں کا پہلا گروپ سڈنی سے یہاں پہنچا۔ اس وقت ملک کی کوئی قانونی حکومت نہیں تھی۔ جون 1839ء میں نیوزی لینڈ کو نیو ساؤتھ ویلز کالونی کا حصہ قرار دیا گیا۔ 6 فروری 1840ء کو برٹش نیوی کے کیپٹن ولیم ہابسن اور ماؤری سرداروں کے مابین ایک معاہدہ Waitangi طے پایا جس کے تحت ماؤری سرداروں نے نیوزی لینڈ کا کنٹرول برطانیہ کے حوالہ کردیا اور ملکہ وکٹوریہ کو ملک کی حکمران تسلیم کرلیا۔

مئی 1841ء میں نیوزی لینڈ کو علیحدہ کالونی کی حیثیت دے کر آک لینڈ اس کا دارالحکومت مقرر کیا گیا۔ 1845ء میں شمالی جزیرے پر ماؤری چیف ہون ہیکی Hone Heki نے برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کردی جسے ایک سال کے عرصہ میں کچل دیا گیا لیکن نسلی کشیدگی جاری رہی۔ 1852ء میں برطانیہ نے ریاست کو آئین عطا کیا۔ 1865ء میں آک لینڈ کی جگہ ولنگٹن کو دارالحکومت بنادیا گیا۔ انگریز آبادکاروں اور قدیم ماؤرائی باشندوں کے درمیان جنگیں 1870ء میں برطانیہ کی فتح کے ساتھ ختم ہوگئیں۔ 1891ء میں لبرل پارٹی برسراقتدار آئی۔ دنیا میں سب سے پہلے خواتین کو حق رائے دہی نیوزی لینڈ نے 1893ء میں دیا گیا۔ 26 ستمبر 1907ء کو نیوزی لینڈ کی نوآبادیاتی حیثیت ختم کرکے اسے خودمختار ریاست کا درجہ دیدیا گیا لیکن اسے مکمل آزادی 6 فروری 1931ء کو ملی۔ پہلی جنگ عظیم میں یہاں کے قریباً ڈیڑھ لاکھ باشندوں نے برطانوی فوج میں خدمات سرانجام دیں۔ دوسری جنگ عظیم میں بھی نیوزی لینڈ کی افواج نے اتحادیوں کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔

نیوزی لینڈ ایک آزاد آئینی بادشاہت ہے۔ ملکہ برطانیہ سربراہ مملکت اور مسلح افواج کی کمانڈر انچیف ہیں۔ ملکہ کی نمائندگی گورنر جنرل کرتا ہے۔ حکومت کا سربراہ وزیراعظم ہے جو کہ تمام انتظامی اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کے اراکین کی تعداد 99 ہے جن میں چار ماؤری ارکان بھی شامل ہیں۔

پروفیسر کلیمنٹ ریگ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ سالانہ نمبر 2006ء میں مکرم فخرالحق شمس صاحب کے قلم سے پروفیسر کلیمنٹ ریگ (Prof.Clement Wragge) کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

پروفیسر ریگ غیرمعمولی قابلیت اور جرأت کے انسان تھے۔ انگلستان میں پیدا ہوئے اور وہاں Law Navigation Meteorology میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور موسمیات اور علم ہیئت (Astronomy) کے میدانوں میں اپنا لوہا منوایا۔ آسٹریلیا میں بھی لمبا عرصہ قیام کیا۔ وہاں آپ کو ایک اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہے۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ آپ ہندوستان کے سفر کے دوران قادیان بھی آئے اور 12 مئی و 18 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات بھی کی۔ آپ نے احمدیت قبول کرلی تھی اور مرتے دم تک اس عقیدہ پر قائم رہے۔ ہندوستان کے اس سفر کے بعد آپ نیوزی لینڈ چلے گئے تھے جہاں 10 دسمبر 1922ء کو آپ کی وفات ہوئی۔

2006ء میں دورۂ نیوزی لینڈ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے پروفیسر ریگ کے ایک پوتے اور ایک پوتی سے ملاقات فرمائی اور 7 مئی 2006ء کو قبرستان Pompallier تشریف لے جاکر پروفیسر ریگ کی قبر پر دعا بھی کی۔

نیوزی لینڈ میں احمدیت

نیوزی لینڈ میں جماعت احمدیہ کا مرکز ''بیت المقیت'' آک لینڈ میں واقع ہے۔ ڈیڑھ ایکڑ رقبہ پر مشتمل یہ جگہ 1998ء میں خریدی گئی تھی۔ یہاں ایک بڑے ہال کے علاوہ مشن ہاؤس، گیسٹ ہاؤس، دفاتر، لائبریری اور جماعتی تقریبات کے لئے کچن وغیرہ موجود ہیں۔ ہال کے دو حصے ہیں۔ جماعت کا یہ سارا سنٹر ائیرکنڈیشنڈ ہے اور اس کے اردگرد سارا احاطہ پختہ اور صاف ستھرا ہے۔ یہیں جلسہ سالانہ کے لئے مختلف مارکیز لگاکر انتظامات کئے جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ نیوزی لینڈ کا ایک بڑا حصہ فجی Fiji سے یہاں آکر آباد ہونے والی فیملیز پر مشتمل ہے جبکہ چند فیملیز پاکستان سے بھی آئی ہیں۔

جاپان

جاپان کا سرکاری نام نپون (Nippon) جبکہ پرانا نام زپانگ ہے۔ جاپان کے معانی ہیں: ''چڑھتے سورج کی سرزمین''۔ یہ ملک چار بڑے جزیروں کے علاوہ تقریباً 6800 چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے۔ سب سے بڑا جزیرہ ہونشو (رقبہ 87,805 مربع میل) کل رقبے کا 60 فیصد ہے۔ جاپان کا کُل رقبہ 377,708 مربع کلومیٹر ہے جس کا 66 فیصد پہاڑی ہے اور اس میں 200 سے زیادہ آتش فشاں چوٹیاں ہیں۔ پوری دنیا کے آتش فشانوں کا دسواں حصہ جاپان میں ہے جن میں 54 پہاڑ بہت خطرناک ہیں۔ جاپان کی آبادی 12 کروڑ 70 لاکھ (2000ء) ہے۔ اکثریت کا مذہب شنتومت یا بودھ مت ہے۔ جہاز سازی، الیکٹرانکس و بجلی کا سامان، ٹیکسٹائل، موٹرگاڑیاں، مشینری اہم صنعتوں میں شامل ہیں۔ قومی فضائی کمپنی جاپان ایئرلائنز ہے۔ یہاں 17 ہوائی اڈے اور آٹھ بندرگاہیں ہیں۔

جاپانی جزائر میں انسانی آبادی قریباً ایک لاکھ سال قبل شروع ہوئی جب منگول نسل کے باشندے یہاں پہنچے۔ جاپان کے موجودہ شاہی خاندان کو دنیا کا قدیم ترین شاہی خاندان تسلیم کیا جاتا ہے جس کے بانی شہنشاہ جیموں نے 11 فروری 660 قبل مسیح کو سلطنت جاپان کی بنیاد رکھی۔ 5ویں صدی قبل مسیح میں یہ سلطنت اپنے عروج پر تھی۔ 300 قبل مسیح میں یہاں زراعت اور دوسرے پیشوں کی ابتدا ہوئی۔ چھٹی صدی عیسوی میں یہاں بدھ مت کو فروغ حاصل ہوا۔ کئی صدیوں کی کامیاب حکومتوں کے بعد 15 ویں صدی عیسوی میں یہاں شدید خانہ جنگی شروع ہوگئی اور 1467ء میں جاپان کئی حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ 1590ء میں عظیم جنرل ٹویوموٹی ہڈیوشی نے خانہ جنگی کا خاتمہ کرکے امن و امان بحال کردیا۔ اُس نے کوریا پر بھی دو حملے کئے مگر کوریا والوں نے چین کی مدد سے یہ حملے ناکام بنادیئے۔

جاپان میں 1543ء میں پرتگالی تاجر وارد ہوئے اور یہاں آتشیں اسلحہ متعارف کرایا۔ پھر مسیحی مشنری اور ہسپانوی باشندے بکثرت وہاں پہنچے۔ بیشمار جاپانیوں کے عیسائی ہوجانے اور آتشیں اسلحے نے حکومت میں تشویش کی لہر دوڑا دی۔ چنانچہ حکومت نے غیرملکیوں کے جاپان میں داخلے پر پابندی عائد کردی۔ اس اقدام سے جاپان تنہائی کے ایک لمبے دَور میں داخل ہوا اور مغرب میں ہونے والی انقلابی صنعتی تبدیلیوں سے بے خبر ہوگیا۔ 8 جولائی 1853ء کو ایک امریکی کمانڈر میتھیو پیری چار بحری جہاز لے کر جاپان پہنچا اور جاپان کی فوجی حکومت کو مرعوب کرکے امریکی صدر فلمور کا ایک خط جاپانی حکمران کو پہنچایا۔ چنانچہ جاپانی حکومت نے 13 فروری 1858ء کو میتھیو کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا۔ جولائی 1858ء میں ایک اَور تجارتی معاہدہ بھی ہوا اور یوں مغربی اقوام کے لئے جاپان کے دروازے ایک مرتبہ پھر کھل گئے۔

1868ء میں شہنشاہ میجی موتسوھیٹو (1852ء-1912ء) کا عہد شروع ہوا۔ اس دوران جاپان بہت طاقتور ہوا۔ 1889ء میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ ہوکر نیا آئین نافذ ہوا۔ 1894-95ء میں چین کو جنگ میں شکست دے کر جاپان نے تائیوان پر قبضہ کرلیا۔ 1902ء میں جاپان اور برطانوی حکومت کے مابین فوجی تعاون کا معاہدہ طے پایا۔ 1904-05ء میں جاپان نے روس کو شکست دے کر جنوبی سکھالین پر بھی قبضہ کرلیا اور 1910ء میں کوریا پر بھی قبضہ کرلیا۔ شہنشاہ میجی 1912ء میں انتقال کرگیا تو 1914ء تک جاپان شدید معاشی بحران کا شکار ہوچکا تھا۔

جنگ عظیم اول میں جاپان اتحادیوں کے ساتھ تھا چنانچہ جاپان کو اسلحے اور دوسری مصنوعات کی تیاری کے بڑے بڑے آرڈر ملے اور جاپانی معیشت دوبارہ بہت مضبوط ہوگئی۔ جنگ کے دوران جاپان نے بحرالکاہل میں تمام جزائر پر بھی قبضہ کرلیا۔ جنگ کے اختتام پر جاپان مشرق بعید کا پہلا اور اکلوتا صنعتی ملک بن چکا تھا۔ 1922ء کی واشنگٹن نیول کانفرنس میں جاپان کو تیسری بڑی بحری قوت قرار دیا گیا۔ 1931ء میں جاپان نے چین کو شکست دے کر چینی صوبے مانچوریا کو آزاد ریاست قرار دیدیا۔

1932ء میں جاپانی فوج نے پارلیمانی حکومت کا خاتمہ کردیا اور دوسری عالمی جنگ سے پہلے جاپان نے جرمنی اور اٹلی کے ساتھ تعلقات استوار کرلئے۔ پھر 1940ء میں تینوں ممالک نے معاہدہ کیا جس کے تحت جاپان کو جرمنی کا ساتھ دینا تھا۔ 17/اکتوبر 1941ء کو جنرل ٹوجو وزیراعظم بنے اور 7 دسمبر کو جاپان امریکی بحری اڈے پرل ہاربر پر حملہ کرکے جنگ میں شریک ہوگیا۔ ابتدا میں زبردست جنگی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جاپان نے کوریا، ملایا، سنگاپور، ہندچینی، تھائی لینڈ، برما، ولندیزی جزائر شرق الہند، فلپائن، چین کے بڑے حصے اور بحرالکاہل کے بہت سے جزیروں پر قبضہ کرلیا۔ جب اتحادیوں نے اٹلی اور جرمنی پر قبضہ کرلیا تو بھی جاپان نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کردیا۔ اگرچہ شہنشاہ ہیروہیٹو نے جاپانی جنگجو قیادت کے سربراہ جنرل ٹوجو کو خطرناک نتائج سے آگاہ کیا مگر بےسود۔ چنانچہ امریکی صدر ہیری ٹرومین نے جاپان پر ایٹم بم گرادیا اور اس حملے میں دو بڑے شہر تباہ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 18/اکتوبر 2006ء میں شامل اشاعت مکرم عبدالصمد قریشی صاحب کی ایک نعت سے انتخاب پیش ہے:

جب جمال یار کے قصے بیاں ہونے لگے
آسماں سے نُور کے چشمے رواں ہونے لگے
مہر و ماہ روشن ہوئے اس چشمۂ خورشید سے
ذرّے ذرّے اَور بھی کچھ ضوفشاں ہونے لگے
آپؐ آئے تو جہاں پر ابرِ رحمت چھا گیا
رحمتوں کے سلسلے یوں بے کراں ہونے لگے
قصرِ ظلمت میں پڑے اندھوں کو بینائی ملی
پھر صداقت کے سبھی رستے عیاں ہونے لگے

اور لاکھوں شہری ہلاک ہوگئے اور 14/اگست 1945ء کو جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔

3 نومبر 1946ء کو فاتح امریکی جنرل میکارتھر نے جاپان کو نیا آئین دیا جو 3 مئی 1947ء کو نافذ ہوا۔ نئے سرے سے زمین تقسیم کی گئی اور کئی بڑی بڑی ہولڈنگ کمپنیاں ختم کردی گئیں۔ جاپانیوں کو ذلت کا احساس دلانے کے لئے جنرل میکارتھر شہنشاہ ہیروہیٹو کو اپنے دفتر میں طلب کرکے ان کے ساتھ بڑی بدتمیزی سے بات کرتا۔ جاپانیوں کی تاریخ میں اس سے بدتر لمحہ پہلے نہیں آیا تھا۔ 1949ء میں ایک شاہی فرمان کے تحت لوگوں نے باقی ماندہ ہتھیار بھی امریکہ کے حوالہ کردیئے۔ 8 ستمبر 1951ء کو سان فرانسسکو میں جاپان نے 48 ممالک کے ساتھ معاہدہ امن پر دستخط کئے جس کے تحت جاپان کا اقتدار بحال کردیا گیا اور 28/اپریل 1952ء کو معاہدہ امن پر علمدرآمد کے بعد جاپان کو آزادی بھی مل گئی۔ معاہدہ کے مطابق امریکہ نے جاپان کے دفاع کی ذمہ داری اٹھائی جبکہ جاپان اپنی فوج تشکیل نہیں دے سکتا تھا۔

پھر جاپانیوں نے اپنی تمام تر توجہ اقتصادیات کو بہتر بنانے پر مرکوز کردی۔ 1960ء تک جاپان نے تاوان جنگ ادا کردیا تھا اور وہ معاشی و صنعتی طور پر امریکہ و دیگر یورپی ممالک سے زیادہ مضبوط ہوچکا تھا۔ آئندہ چند سالوں میں امریکہ نے جاپان کے بیشتر جزیرے واپس کردیئے لیکن وہاں اپنے فوجی اڈے برقرار رکھے۔ 1971ء میں شہنشاہ ہیروہیٹو نے سات یورپی ممالک کا دورہ کیا۔ 1972ء میں چین کے ساتھ سفارتی تعلقات بحال ہوگئے۔ 1987ء تک جاپان تجارت کی دنیا کی سپرطاقت بن چکا تھا۔ 7 جنوری 1989ء کو شہنشاہ ہیروہیٹو (بعمر 87 سال) انتقال کرگئے۔ انہوں نے 62 برس حکومت کی۔

جاپان ایک آئینی بادشاہت ہے جہاں پارلیمانی جمہوری نظام بھی رائج ہے۔ اس وقت شاہی خاندان کے 125ویں حکمران شہنشاہ اکی ہیٹو ملک کے سربراہ اور مسلح افواج کے سپریم کمانڈر ہیں۔ وزیراعظم حکومت کا سربراہ اور انتظامی اختیارات کا مالک ہے۔ جاپانی پارلیمنٹ کے ایوان نمائندگان میں 511 اور ایوان مشاورت میں 252 ارکان ہیں۔

جاپان میں احمدیت

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ سالانہ نمبر 2006ء میں مکرم مغفور احمد منیب صاحب کے قلم سے ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

جاپان میں احمدیہ مشن کا قیام 4 جون 1935ء کو عمل میں آیا جب مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب جاپان پہنچے۔ 10/جنوری 1937ء کو مکرم مولوی عبدالغفور ناصر صاحب بھی یہاں پہنچے اور 1941ء میں واپس قادیان تشریف لے گئے۔ پھر 8 ستمبر 1969ء کو میجر عبدالحمید صاحب بطور مربی جاپان پہنچے۔ اس سے قبل 1959ء میں محمد اویس کوبیاشی صاحب (Kobyashi) ربوہ آئے اور جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ 1968ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے جاپان جاکر احمدیہ مرکز کے قیام کا جائزہ لیا۔ میجر (ر) عبدالحمید صاحب 1975ء تک وہاں قیام پذیر رہے۔ آپ کے دور میں خاص طور پر لٹریچر کی فروخت کا کام ہوا۔ پھر مکرم عطاء المجیب راشد صاحب 1975ء سے 1983ء تک جاپان میں مقیم رہے۔ اس دَور میں جاپان کے انگریزی اخبارات میں خطوط اور مضامین کا سلسلہ جاری رہا۔ ٹوکیو، ناگویا اور کوماکی میں جماعتیں قائم ہوئیں اور ناگویا Nagoya میں مرکز خریدا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایات کی روشنی اور نگرانی میں جاپانی، کورین اور ویتنامی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اور ان کی طباعت کے ساتھ ساتھ تینوں زبانوں میں بنیادی لٹریچر تیار کرکے طبع کروایا گیا۔ 1983ء کے بعد مضمون نگار کو لمبا عرصہ بطور امیر و مبلغ انچارج خدمت کی توفیق عطا ہوتی رہی۔

1989ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی جاپان کا بھی دورہ فرمایا۔ اس وقت وہاں قریباً 200 احمدی تھے جن میں چند جاپانی بھی تھے۔

جاپان میں تبلیغ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ سالانہ نمبر 2006ء میں مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کا مرتّب کردہ ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُس قلبی خواہش کو پیش کیا گیا ہے جس کا تعلق جاپان میں دعوت الی اللہ سے ہے۔

☆ 7/اگست 1902ء کو ایڈیٹر الحکم نے عرض کی کہ ایک مذہبی کانفرنس جاپان میں ہونے والی ہے جس میں مشرقی دنیا کے مذاہب کے سرکردہ ممبر اپنے مذہب کی خوبیوں پر لیکچر دیں گے۔ کیا اچھا ہوا اگر حضور کی طرف سے اس تقریب پر کوئی مضمون لکھا جائے۔ اس پر فرمایا کہ بیشک ہم تو ہر وقت تیار ہیں اگرچہ یہ معلوم ہوجاوے کہ وہ کب ہوگی اور اس کے قواعد کیا ہیں تو ہم اسلام کی خوبیوں اور دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا مقابلہ کرکے دکھا سکتے ہیں۔ اور اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو کہ ہر میدان میں کامیاب ہوسکتا ہے کیونکہ مذہب کے تین جزو ہیں: خداشناسی، مخلوق کے ساتھ تعلق اور اس کے حقوق اور اپنے نفس کے حقوق۔ جس قدر مذاہب اس وقت موجود ہیں بجز اسلام کے سب نے بے اعتدالی کی ہوئی ہے۔

ذکر کیا گیا کہ وہاں بدھ مذہب ہے اس کا ذکر بھی آجانا چاہئے۔ فرمایا: بدھ مذہب دراصل سناتن دھرم ہی کی شاخ ہے۔ بدھ نے جو اوائل میں اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا اور قطع تعلق کرلیا۔ شریعت اسلام نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ اسلام نے خداتعالیٰ کی طرف توجہ کرنے اور مخلوق سے تعلق رکھنے میں کوئی تناقض بیان نہیں کیا۔

☆ 6 فروری 1904ء سے 5 ستمبر 1905ء تک روس اور جاپان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ اس بارہ میں حضورؑ نے فرمایا:

جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
دل گھٹا جاتا ہے یا ربّ سخت ہے یہ کارزار
اے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار

اس جنگ کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ کی بابرکت مجلس میں بھی ہوا تو حضرت حکیم نورالدین صاحبؓ نے بیان کیا کہ اس قدر خونخوار جنگ ہے کہ ہزاروں آدمی ہلاک ہورہے ہیں حالانکہ دونوں سلطنتوں کا مذہب ایسا ہے جس کی رُو سے اس جنگ کی مطلق نوبت ہی نہیں آنی چاہئے۔ جاپان کا بدھ مذہب ہے اور اس کی رو سے ایک چیونٹی کا مارنا بھی گناہ ہے۔ روس عیسائی ہے (اس وقت روس کا مذہب عیسائی تھا۔ ناقل) اور ان کو چاہئے کہ مسیح کی تعلیم کے بموجب اگر جاپان ایک مقام پر قبضہ کرلے تو دوسرا مقام خود اس کے حوالہ کردیں۔

☆ ایک بار حضورؑ کو معلوم ہوا کہ جاپانیوں کو اسلام کی طرف توجہ ہوئی ہے اور وہ کسی کتاب کی تلاش میں ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اس کتاب میں تفصیل سے دکھانا چاہئے کہ اسلام میں کیا کیا خوبیاں ہیں اور ساتھ ہی دیگر مذاہب کا حال بھی لکھ دینا چاہئے۔ وہ لوگ بالکل بے خبر ہیں کہ اسلام کیا شے ہے۔ تمام اصول فروع اور اخلاقی حالات کا ذکر کرنا چاہئے۔ اس کے واسطے ایک مستقل کتاب لکھنی چاہئے جس کو پڑھ کر وہ لوگ دوسری کتاب کے محتاج نہ رہیں۔ نیز کسی فصیح و بلیغ جاپانی کو ایک ہزار روپیہ دے کر کتاب کا ترجمہ کرایا جائے اور پھر اس کا دس ہزار نسخہ چھاپ کر جاپان میں شائع کردیا جائے۔

جاپان کا ایک دلچسپ سفر

مجلس انصاراللہ کینیڈا کے جریدہ ''نحن انصاراللہ'' جولائی تا ستمبر 2006ء میں مکرم کرنل (ر) دلدار احمد صاحب کے قلم سے جاپان کا ایک دلچسپ سفرنامہ شامل ہے۔

1904ء تک جاپان کی بطورِ ایک عالمی طاقت کوئی اہمیت نہ تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو 29 اپریل 1904ء کو الہام ہوا: ''کوریا خطرناک حالت میں ہے ۔مشرقی طاقت''۔ کوریا کا ملک جاپان کے عین سامنے ایک جزیرہ نما ہے۔ 1904ء تک یہ چین کے ماتحت تھا اور بے حد غیرمعروف ملک تھا۔ ایسے میں الہام کی بنیاد پر یہ دعویٰ کہ مشرق میں ایک طاقت پیدا ہوگی جس کی وجہ سے کوریا کی حالت نازک ہوجائے گی سخت تعجب انگیز بات ہے۔ پھر حالات یوں ہوئے کہ روس نے کوریا پر قبضہ کرنا چاہا مگر جاپان نے روسی قبضہ اپنی موت سے تعبیر کیا۔ آخر 1905ء میں دونوں میں خون ریز جنگ ہوگئی جس میں روس کو باوجود اپنی بہت بڑی جنگی قوت کے جاپان کے مقابلہ میں حیرت انگیز شکست ہوئی۔ اُس کا مایہ ناز، جنگی بیڑہ جاپان کے سمندر میں غرق ہوگیا۔ اور کوریا پر جاپان کا قبضہ تسلیم ہوگیا۔

1989ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جاپان کا دورہ فرمایا اور جاپانی قوم کی، ان کی اعلیٰ تہذیب اور انکساری کی بہت تعریف فرمائی۔ نیز فرمایا کہ عجز، انکساری، رحم اور ہمدردی کی صفات کے لحاظ سے جاپانی آدھے مسلمان ہیں۔

مضمون نگار کو 2005ء میں جلسہ سالانہ جاپان میں شمولیت کی توفیق ملی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ نگویا میں جلسہ سالانہ کے لئے ایک یوتھ سینٹر حاصل کیا گیا تھا جس میں رہائش، ضیافت اور جلسہ گاہ کا احسن رنگ میں انتظام تھا۔ جاپانی کھانا تھا جو جاپانی باورچیوں کا تیار کردہ تھا۔ یہ کھانے حفظانِ صحت کے بہترین اصولوں کے مطابق تیار کئے جاتے ہیں اور اس میں طبّی ضروریات کا بطور احسن خیال رکھا جاتا ہے حتّٰی کہ کھانے میں کیلوریز کا حساب بھی رکھا جاتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہم نے جاپان میں شاذ و نادر ہی کوئی آدمی موٹا دیکھا ہو۔ جلسہ گاہ کی سجاوٹ نہایت شاندار تھی۔ تمام لکھائی اور ڈرائنگ جس میں قرآنی آیات، منارۃ المسیح و اشعار شامل تھے، ایک غیراز جماعت جاپانی نے (جو کسی دوسری زبان سے واقف نہ تھا) اصل سے نقل کرکے ہال کو زینت کے اعلیٰ معیار تک پہنچا دیا تھا۔ وہ خود بھی تمام وقت جلسہ گاہ میں موجود رہا اور احمدیت کی تعلیم سے بہت متأثر ہوا۔ تقریباً ایک سو سے زائد غیراز جماعت جاپانیوں نے بھی جلسہ سالانہ میں شمولیت کی۔

جاپان میں ٹریفک کے مسئلہ میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر اہم سڑکیں اور ریلوے دومنزلہ ہیں۔ بُلٹ (Bullet) ٹرین جو کہ 200 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے جاپان کے بڑے بڑے شہروں کو آپس میں ملاتی ہے تقریباً ساری کی ساری زمین سے خاصی بلند سطح پر جاری وساری ہے۔

ٹوکیو شہر نگویا سے تقریباً 400 کلومیٹر فاصلہ پر واقع ہے اور راستہ نہایت خوبصورت پہاڑیوں اور وادیوں سے گزرتا ہوٗا بہت ہی دلفریب مناظر سے آراستہ ہے۔ راستہ میں آنے والی بے انداز پہاڑیوں میں سُرنگ کھودی گئی ہے۔ چنانچہ ٹوکیو جانے کے لئے متعدد Tunnel آتے ہیں۔ اسی طرح کئی ایک جگہ سڑک سمندر کی سطح کے نیچے سے Tunnel کھود کر گزاری گئی ہے۔ نگویا اور اوساگا کی ایئرپورٹس تو سمندر کے مقام کو خشکی میں تبدیل کرکے بنائی گئی ہیں۔ یہ ایئرپورٹس سمندر کے بیچ میں تعمیر کرکے انہیں سمندر پر تعمیر کردہ پُلوں کے ذریعہ شہروں سے ملایا گیا ہے تا بندرگاہوں کی کارکردگی متاثر نہ ہو۔ ہوائی جہاز کے مسافروں کو اترتے وقت اس حیرت سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ جہاز کسی ایمرجنسی کے تحت سمندر میں اترنے لگا ہے۔ نگویا سے ٹوکیو کے سفر کے راستہ میں سب سے زیادہ دلفریب منظر فیوجی ماؤنٹین کا ہے جو اپنی مخروطی شکل جو نیچے کا نصف حصہ سبز اور اوپر کا نصف حصہ برف کی وجہ سے سفید ہونے کی صورت میں دیکھنے والوں کی توجہ اپنے اوپر مرکوز کرلیتا ہے۔ ساڑھے بارہ ہزار فٹ بلند یہ پہاڑ بظاہر آپ کے سامنے اہرام مصر کی طرح کھڑا نظر آتا ہے گو حجم میں ان سے ہزاروں گنا بڑا ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پیالہ نما ہے جہاں سے آخری دفعہ 1707ء میں آتش فشاں لاوا نمودار ہوٗا تھا۔ جاپانی مذہب شنٹوازم کے پیرو جو قدرتی مناظر کی پرستش کرتے ہیں اس پہاڑ کو متبرک گردانتے ہیں۔ جاپان میں دو مشہور مذہب پائے جاتے ہیں یعنی شنٹوازم اور بدھ ازم۔ لیکن جاپانیوں کی اکثریت مذہب کو خیرباد کہہ چکی ہے۔ وہ اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں اور اُن کی راکھ بڑے بڑے برتنوں میں محفوظ کردیتے ہیں۔ اُن کے قبرستان اِسی راکھ کے برتنوں پر مشتمل ہیں۔

جاپان کا دوسرا بڑا شہر اوساکا ہے۔ یہاں اس قدر انڈسٹری ہے کہ کہا جاتا ہے کہ دن کے وقت شہر کی آبادی ایک کروڑ ہوتی ہے جبکہ رات کو 33 لاکھ رہ جاتی ہے۔ جاپان کے قدیم شہروں میں کیوٹو Kyoto مشہور شہر ہے جو جاپان کا پہلا دارالخلافہ تھا۔ یہاں پر جاپان کی قدیم تہذیب اور پرانی روایات پائی جاتی ہیں اور شنٹوازم اور بدھ ازم کے سینکڑوں ٹیمپل پائے جاتے ہیں۔ نیز شہنشاہ کا پرانا محل اور باغات قابلِ دید ہیں۔

مجھے اکثر حیرت ہوتی ہے کہ جاپان کو ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی کی صورت میں اتنی بڑی سزا کیوں ملی۔ مجھے گمان پڑتا ہے کہ اتنی بڑی مصیبت اور ابتلاء کے پیچھے قدرت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ دونوں شہروں کی تباہی کے بعد جاپان کا شہنشاہ ہیروہیٹو جسے جاپانی قوم خدا تصور کرتی تھی، اپنے محل سے پہلی دفعہ عوام کے سامنے نمودار ہوا اور اُس نے اعلان کیا کہ میں خدا نہیں ہوں بلکہ تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں اور میں جاپان کے جنگ میں ہتھیار ڈالنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے اس اعلان پر جاپانی قوم کے یقین کو اس قدر دھچکا پہنچا کہ سینکڑوں جاپانیوں نے اُسی وقت بادشاہ کے محل کے سامنے خودکشی کرلی۔

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
8th February 2008 – 14th February 2008

Please Note that programmes and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 8th February 2008

00:05 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat, & MTA News
01:10 Al Maa'idah
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking Guests. Recorded on 22nd April 1997.
02:35 Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's arrival in Norway.
03:40 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 4th November 1997.
04:50 Ahmadiyyat and Science: a talk with Dr Masood-ul-Hasan Noori about his book 'Ideals and Realities'.
05:15 Moshaairah: an evening of poetry relating to the Khilafat Jubilee.
06:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:10 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) with Huzoor, recorded on 11th February 2007.
08:15 Le Francais C'est Facile: Lesson no. 112.
08:40 Siraiki Service: a discussion in Siraiki on the life and character of the Holy Prophet (saw).
09:25 Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session no. 49, recorded on 25th August 1995.
10:25 Indonesian Service
11:25 Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:00 Tilaawat & MTA News
13:00 Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V from Baitul Futuh.
14:30 Dars-e-Hadith
14:45 Bengali Reply to Allegations: a Bengali discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Jama'at.
15:40 Seerat Sahaba Rasool (saw) [R]
16:10 Friday Sermon [R]
17:25 Spotlight: an interview with Dr Ihsanul Haque, hosted by Ahmad Mubarak.
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:35 MTA International News Review Special
21:10 Friday Sermon [R]
22:25 MTA Travel: a visit to Toronto, Canada. Featuring the CN tower and Niagara Falls.
23:00 Urdu Mulaqa'at: Session no. 49 [R]

Saturday 9th February 2008

00:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:05 Le Francais C'est Facile: lesson no. 112
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 23rd April 1997.
02:35 Spotlight: an interview with Dr Ihsanul Haque, hosted by Ahmad Mubarak.
03:40 Friday Sermon: recorded on 08/02/08.
04:55 Urdu Mulaqa'at: Session no. 49
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:10 Children's Class with Huzoor. Recorded on 19th March 2006.
08:30 Friday Sermon: rec. 02/02/08 [R]
09:30 Seerat Sahaba Hadhrat Masih Maood
10:00 Indonesian Service
10:55 French Service
11:30 Australian Wildlife: the lifestyle of Bats
12:00 Tilaawat & MTA News
13:00 Bangla Shomprochar
14:00 Intikhab-e-Sukhan
15:00 Children's Class [R]
16:05 Moshaairah: an evening of poetry relating to the Khilafat Jubilee.
17:05 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad Khalifatul Masih IV (ra) in Urdu. Recorded on 15/02/1984.
18:05 Seerat Sahabah Hadhrat Masih Maood
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:40 International Jama'at News
21:10 Children's Class [R]
22:15 Australian Wildlife [R]
22:55 Friday Sermon: rec. 08/02/08 [R]

Sunday 10th February 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 24th April 1997.
02:30 Seerat Sahaba Hadhrat Masih Maood
03:05 Friday Sermon: rec. 08/02/08
04:05 Moshaairah: an evening of poetry relating to the Khilafat Jubilee.
05:30 Australian Wildflife
06:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) with Huzoor, recorded on 28th January 2007.
08:05 Food for Thought: a talk on various religious issues.
08:30 Learning Arabic: lesson no. 10.
09:00 Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Scandinavia.
09:15 MTA Travel: A visit to Kashmir, Pakistan.
10:00 Indonesian Service
10:55 Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 30th March 2007.
12:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
12:45 Bengali Reply to Allegations: discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Muslim Jama'at.
13:50 Friday Sermon: Rec. 8th February 2008.
15:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
15:50 Learning Arabic: lesson no. 10 [R]
16:20 Huzoor's Tours: Scandinavia [R]
17:35 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd November 1997.
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:30 MTA International News Review
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
22:00 Food for Thought [R]
22:20 Huzoor's Tours [R]
22:45 Seerat-un-Nabi (saw)
23:30 MTA Travel [R]

Monday 11th February 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
00:55 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 29th April 1997.
02:00 Food for Thought
02:20 Friday Sermon: rec. 8th February 2008.
03:25 Learning Arabic: lesson no. 10
03:55 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd November 1997.
05:15 Seerat-un-Nabi (saw)
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
06:55 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) held with Huzoor. Recorded on 25th February 2007.
08:00 Le Francais C'est Facile: lesson no. 87
08:25 Medical Matters: health programme on the topic of birth marls.
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th June 1998.
10:05 Indonesian Service
11:05 Quran Seminar: a seminar about the blessings of recitation of the Holy Qur'an.
12:20 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:15 Bangla Shomprochar
14:15 Friday Sermon
15:10 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
16:05 Spotlight: speech delivered by Sahibzada Mirza Waseem Ahmad on the topic of Justice.
16:45 Rencontre Avec Les Francophones [R]
17:50 Medical Matters
18:30 Arabic Service
19:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 10th April 1997.
20:30 MTA International Jama'at News
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
22:10 Friday Sermon [R]
23:20 Spotlight [R]

Tuesday 12th February 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
00:50 Le Francais C'est Facile: lesson no. 87
01:10 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 30th April 1997.
02:15 Friday Sermon: rec. 22nd December 2006.
03:10 Rencontre Avec Les Francophones
04:10 Medical Matters: birth marks.
04:45 Quran Seminar
06:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:10 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) with Huzoor recorded on 8th April 2007.
08:10 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 29th November 1997.
09:30 MTA Travel: visit to Al Hambra Palace, Spain
10:00 Indonesian Service
11:00 Sindhi Service
12:00 Tilaawat, Dars & MTA News
13:00 Bangla Schomprochar
14:00 Jalsa Salana Canada 2004: Address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 04/07/04.
15:10 MTA Travel [R]
16:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
17:15 Question and Answer session [R]
18:30 Arabic Service
20:35 MTA International News Review Special
21:15 MTA Travel [R]
21:40 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
23:00 Jalsa Salana Canada 2004 [R]

Wednesday 13th February 2008

00:00 Tilaawat, Dars & MTA News
01:10 Learning Arabic: lesson no. 11
01:40 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 6th May 1997.
02:40 MTA Travel
03:25 Question and Answer Session
04:45 Jalsa Salana Canada 2004.
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:05 Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor, recorded on 4th March 2007.
08:10 Zikre Hadhrat Masih Maud (as) : discussion programme on the Promised Messiah's (as) life and character.
08:40 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th December 1996.
10:00 Indonesian Service
10:55 Swahili Muzakarah
12:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
12:50 Bangla Shomprochar
13:50 From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), recorded on 10th January 1986.
14:40 Jalsa Salana Speeches: speech delivered by Laiq Ahmad Tahir on the topic of 'Quran, Hadith and Sunnah' at Jalsa Salana UK 1987.
15:15 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
16:10 Zikre Hadhrat Masih Maud (as) [R]
17:25 Ken Harris Oil Painting
17:05 Question and Answer session [R]
18:30 Arabic Service
19:40 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 7th May 1997.
20:55 MTA International Jamaat News
21:25 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
22:25 Jalsa Salana Speech [R]
23:10 From the Archives[R]

Thursday 14th February 2008

00:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:15 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session no. 281, recorded on 7th May 1997.
02:30 Philosophy Of Islam
02:55 Hamaari Kaaenaat
03:20 Ken Harris Oil Painting
03:50 From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), recorded on 10th January 1986.
04:50 Husn-e-Biyan: quiz programme based on poetry from books including Durr-e-Sameen, Kalaam-e-Mehmood and Kalaam-e-Tahir.
05:25 Jalsa Salana Speeches
06:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00 Jamia Ahmadiyya Class with Huzoor, recorded on 17th March 2007.
07:55 English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking friends. Recorded on 7th May 1994.
09:05 Pushto Service
09:55 Indonesian Service
10:55 Friday Sermon: recorded on 27th May 2005.
12:00 Tilaawat & MTA News
12:50 Bangla Shomprochar: Friday Sermon delivered on 8th February 2008.
14:00 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session no. 210, recorded on 5th November 1997.
15:10 English Mulaqa'at [R]
16:15 Moshaairah: an evening of poetry.
17:15 Friday Sermon: delivered on 27/05/05. [R]
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme, hosted by Muhammad Sharif.
20:40 MTA Interntional News Review
21:05 Tarjamatul Qur'an Class: rec. 05/11/1997.
22:15 Huzoor's Tours [R]
23:00 Jamia Ahmadiyya Class[R]

****Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 GMT & 17:00 GMT***

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 15 | Friday 01 February, 2008 | Issue No. 05

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

عزاداران حسینؑ کا شکوہ ذاکرین کرام سے

بیسوی صدی کے ربع آخر سے لاہور سے ’’خیر العمل ‘‘ کا رسالہ جاری ہے۔رسالہ کے بانیوں کا ادعاہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی’’ قائم آل محمد حضرت امام محمد مہدی عجل اللہ فرجہ ؒ ‘‘فرمارہے ہیں۔اگرچہ آج تک اُن کا کوئی ایک مضمون یانوٹ زینت رسالہ نہیں ہوسکا۔مدیر رسالہ جناب سید علی عمران رضوی نے فروری2006ء کے شمارہ میں ایک فکر انگیز اداریہ سپرد قلم فرمایا ہے جس کا ایک اقتباس معزز قارئین کی ضیافت طبع کے لئے حاضر ہے۔فرماتے ہیں:

’’عزاداران حسینؑ ذاکرین وخطباء کی بھاری فیسوں سے انتہائی شاکی ہیں اور جیسے تیسے ان کی ادائیگی تو کرتے ہیں مگر کسی قابل ذکر ذاکر یا خطیب نے کبھی نہیں سوچا کہ کوئی حلال ذرائع آمدن رکھنے والا ان کی فیس کیسے برداشت کر سکتاہے۔ اور ان کی فیسوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے کہیں کوئی بانی ناجائز ذرائع آمدن پر تو تکیہ نہیں کرتا۔اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو نہ بانی کی محنت کسی کام کی اور نہ ہی ذاکرین وخطباء کی۔اس لئے ذاکرین وخطباء اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ روزمحشر ان کو مادرِ حسینؑ خاتون جنت سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراؑ کا سامنا کرناہےاور شفاعت کے لئے حسینؓ کے ناناؐ سے ملتجی ہوناہے،اپنی فیسوں کو اتنا مناسب بنائیں کہ مجلس کرانے کے خواہشمند ہر مومن انہیں afford کر سکے۔ذاکرین وخطباء سے التماس ہے کہ وہ حسینی مبلغ بن کر سوچیں، نا کہ خونِ حسینؑ کے بیوپاری بن کر،ورنہ بقول سلطان باہوؒ ؎

اوہ دونویں جہانیں مُٹھے باہو
جنہاں کھادی ویچ کمائی ہُو

بانیان مجالس سے استدعا ہے کہ وہ منبر حسینؑ پر منافقین کو مت بٹھائیں،اس سے نہ صرف منبر کا تقدس مجروح ہوتاہے بلکہ منبرِ حسینؑ سے غلط نظریات کا پرچار بھی ہوتاہے۔اگر کسی کو منبر حسینی سے اپنی بات کہنی ہے تو اس کو چاہئے کہ پہلے اپنی زبان اور دل کو ہم آہنگ کرکے حسینیت کی قبولیت کا اعلان کرے، نا کہ زبان سے حسینؑ حسینؑ ہو اور اس کے دل کی دھڑکنیں یزیدیوں کا ساتھ دے رہی ہوں ۔حسینیت علی الاعلان اور ببانگ دہل حق کا ساتھ دینے کا نام ہے ۔منافقانہ مصلحت حسینیت میں نام کونہیں۔

ہم نے بارہا دیکھاہے کہ حسینیت سے دلی تال میل نہ رکھنے والے اکثر عمریں حسینی منبر پرشاعری کرتے یا تقریریں کرتے گنوادیتے ہیں مگر ان کے دل سے منافقت اور حسینیت سے کد نہیں جاتی ۔ایسے لوگوں کی حالت کو قرآن نے یوں بیان کیاہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۔(سورۃ البقرۃ:13-14)

(ترجمہ:اور جب ان سے کہا جاتاہے کہ ایسے ایمان لاؤ جیسا کہ مومنین ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ حالانکہ بے وقوف تو وہ خود ہیں،مگر انہیں اس کا علم نہیں ۔اور جب وہ مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں اور جب خلوت میں اپنے جیسے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اور ہم تو اُن (مومنین) کا مذاق اڑارہے تھے)۔

باطل پرستوں کے خلاف ’’جلوس مباہلہ‘‘

مدیر ماہنامہ’’خیر العمل ‘‘ کا طویل اداریہ درج ذیل ارشاد پر اختتام پذیر ہوتاہے:

’’جلوس عزا چونکہ ایک طرح کا جلوسِ مباہلہ بھی ہے کہ تمام حق پرست اکٹھے ہوکر باطل پرستوں کے مقابل پر نکلتے ہیں اس یقین کے ساتھ کہ صرف ہم ہی حق پر ہیں۔ اس لئے ذاکرین،خطباء اور علماء سے گزارش ہے کہ جب انہیں حسینیت کی حقانیت پر پختہ یقین ہے تو وہ معہ اپنی اولادوں کے جلوسِ عزا میں بھرپور طریقے سے شامل ہوں۔کہیں ایسانہ ہو کہ آپ دیکھتے ہی رہ جائیں اور ماتمی دھڑا دھڑ جنت میں داخل ہوجائیں۔خیال رہے کہ حشر 10رمحرم بروز جمعہ بپاہوگا،اس روز گھرمت بیٹھیں،جنت میں جانا ہے تو جلوس عزا میں آئیں۔

سیدہ زہراؑ آپ کا پُرسہ قبول فرمائیں!‘‘۔

اس ضمن میں ائمہ اثنا عشر علیھم السلام نے وحی ربانی سے علم پاکر کوئی پیشگوئی نہیں فرمائی البتہ سالک نقوی جیسے غالی شاعر کا کہناہے ؎

تربت میں فرشتے جو مری آئیں گے
اور سینے پہ ماتم کے نشاں پائیں گے
مجھ کو نہ جگانے کی ضرورت ہوگی
درکھول کے جنت کے چلے جائیں گے

اسی پر بس نہیں محسن نقوی نے تو فرشتوں تک کو ڈانٹ پلائی ہے ؎

مجال کیا ہے بروز محشر نہ دیں فرشتے ہمیں سلامی
ہمارے سینے پہ داغ ماتم نشان حیدر سے کم نہیں ہے

دین مودودیت اور دیوبندی امت

دیوبندی امت کے عالم و فاضل غلام غوث ہزاروی کا بیان مودودی فرقہ کے عقائد سے متعلق:۔

’’انہوں نے صحابہؓ کرام کے خلاف جھوٹی روایات کی آڑ لے کر خرافات لکھی ہیں۔بعض صحابہ کو جھوٹا قرار دیا ہے۔بعض کو رشوت دینے والے اور بعض کو کتاب وسنّت کا صریح مخالف۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ان سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ہے اور ان سے بُغض رکھنا مجھ سے بُغض رکھنے کی وجہ سے ہے۔

انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے فریضہ ٔ تبلیغ ورسالت میں کوتاہیاں کیں ۔مودودی صاحب نے رسائل ومسائل حصہ اوّل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے کہ نبوت سے پہلے ان سے ایک گناہ کبیرہ سرزد ہوا تھا۔حالانکہ انبیاء علیہ السلام گناہ سے قطعی پاک ہوتے ہیں۔یہ انبیاءؑ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔

انہوں نے سجدہ تلاوت کو بے وضو پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔انہوں نے خلع لی ہوئی عورت کی عدت ایک حیض بتائی ہے۔جب کہ چاروں امام تین حیض بتاتے ہیں۔

انہوں نے ذی علم لوگوں کے لئے تقلید کو گناہ سے بھی شدید تر چیز قرار دیاہے۔جس کا مطلب ہے کفر۔حالانکہ خواجہ اجمیریؒ، پیران پیرؒ،امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ مقلد تھے اور یہ بزرگ ذی علم ہوکر مقلد ہوئے تھے۔

انہوں نے صحابہ ٔ کرام پر کیچڑ اچھالا اور امام ابن تیمیہؒ،شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور ابن حجر مکیؒ کی تصانیف کو اس قابل قرار نہیں دیا کہ ان سے کوئی دلیل پکڑی جا سکے اور ان کو صحابہؓ کا وکیل قرار دیا ہے۔اب جن روایات کو اتنے بڑے لوگ غلط قرار دیتے ہیں یہ انہیں صحیح قرار دے کر صحابہ ؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔

انہوں نے تصوف کو’’ چنیا بیگم‘‘یعنی افیون قرار دیاہے۔انہوں نے ایک موقع پر جمہوریت کو لعنت قرار دیا تھا اور اب جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔

ان مذہبی اختلافات کے علاوہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے طریق کار سے امریکہ اور یہودیوں کو فائدہ پہنچ رہاہے۔امریکی سامراجیوں، جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کے لئے یہ جماعت ایک مفید مطلب ادارہ ہے۔‘‘

’’ہم اسے مودودی فرقہ کہتے ہیں۔عام مسلمانوں اور علماء کو ان سے شدید اختلافات ہیں۔مودودی فرقہ مرزائیت سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔وہ ننگے کافر ہیں اور یہ دجل وفریب کے ذریعہ مسلمانوں کے ایمانوں پرڈاکہ ڈال رہے ہیں.... خدا گنجے کو ناخن نہ دے اگر ان کا بس چلے علماء حق کا تخم ختم کر ڈالیں۔مسجدوں سے علماء کا تخم کرڈالیں‘‘۔

(نوائے انقلاب۔صفحہ 23,22 ناشر عزیز پبلیکیشنز 56 میکلوڈ روڈ لاہور)

گیمبیا میں عیدالاضحیہ کے موقع پر غرباء،ضرورتمندوں اور قیدیوں میں گوشت کی تقسیم

اللہ کے فضل و کرم سے مورخہ 20ردسمبر 2007ء کو گیمبیا میں عید الاضحیہ بڑے جوش وخروش سے منائی گئی۔احمدی مسلمانوں کا گیمبیا کے بانجل ایریا میں عید کا سب سے بڑا اجتماع بیت السلام میں ہوا۔

عید کے موقعہ پر حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے جانوروں کی قربانی کا خصوصی انتظام کیا گیا۔قربانیوں کا گوشت حسب سابق غرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کیا گیا۔یہ قربانیاں بانجل ایریا سمیت ملک کے دیگر علاقوں میں بھی کی گئیں جن میں بصے، مانسا کونکو، جارج ٹاؤن، بارہ فونی اور فرافینی ایریا کے مختلف حلقے شامل ہیں۔۔وہ لوگ جو قید خانوں میں وقت گزار رہے ہیں عید کے دنوں میں بھی ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور ان کے کھانے کا کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا۔لیکن ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی جماعت احمدیہ نے گوشت اور بعض دیگر چیزیں قیدیوں کے لئے بھجوائیں جس پر قیدیوں اور جیل کے عملہ نے جماعت کا شکریہ ادا کیا۔ اللہ نے جماعت کو خوشی کے اس موقع پر ضرورت مندوں کو خوشیوں میں شامل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

(رپورٹ مرسلہ: سیّد سعید الحسن۔مبلغ گیمبیا)